اسیرانِ جمالِ مصطفیٰ ﷺ

(عشاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چالیس ایمان افروز واقعات)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز

اَسیرانِ جمالِ مصطفیٰ ﷺ

(عشاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چالیس ایمان اَفروز واقعات)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365- ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 3-5169111

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، فون: 7237695

http://www.minhaj.org, e-mail: tehreek@minhaj.org

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاج القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	اَسیرانِ جمالِ مصطفیٰ ﷺ
تصنیف	:	ڈاکٹر محمد طاہر القادری
تحقیق و تدوین	:	محمد تاج الدین کالامی، محمد علی قادری (منہاجینز)
نظرثانی	:	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، ضیاء نیر
معاون تخریج	:	حافظ فرحان ثنائی منہاجین
کمپوزنگ	:	عبدالخالق بلتستانی
زیرِ اہتمام	:	فریدِ ملت رحمۃ اللہ علیہ ریسرچ اِنسٹیٹیوٹ
نگرانِ طباعت	:	شوکت علی قادری
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز
اِشاعت اَوّل تا سوم	:	3,300
اِشاعت چہارم	:	نومبر 2003ء (1,100)
اِشاعت پنجم	:	اگست 2004ء (1,100)
قیمت	:	-/60 روپے

❁❁❁

نوٹ: ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے ریکارڈ شدہ آڈیو / وڈیو کیسٹس اور CDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لئے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لئے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلیکیشنز)

sales@minhaj.biz

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِهٖ

فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ

﴿صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ أَصْحَابِهٖ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ﴾

فہرست

صفحہ	عنوانات
۹	پیش لفظ
۱۱	ابتدائیہ
۱۷	۱۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی نماز اور زیارتِ مصطفیٰ ﷺ کا حسین منظر
۲۲	۲۔ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ سے بھوک کا مداوا
۲۵	ایک صحابی کا حضور ﷺ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا
۲۶	۳۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا شوقِ دیدار
۲۹	۴۔ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی والہانہ محبت و وارفتگی
۳۲	۵۔ ہجرِ رسول ﷺ اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی گریہ وزاری
۳۵	سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما
۳۶	۶۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ...... اسیرِ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ
۳۸	۷۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ سے تعلقِ عشقی
۳۹	سورج کا پلٹنا اور نمازِ عصر کی ادائیگی
۴۲	۸۔ وارفتگیٔ عشقِ مصطفیٰ ﷺ اور اذانِ بلال رضی اللہ عنہ
۴۴	۹۔ اسیرِ حسن مصطفیٰ ﷺ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ
۴۶	۱۰۔ سیدنا ابوہریرہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیت اضطراب
۴۸	۱۱۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں کا ایک ایمان افروز واقعہ

صفحہ	عنوانات
۵۵	۱۲۔ حضرت ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ کا فقید المثال جذبۂ حبِ رسول ﷺ
۵۷	۱۳۔ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کشتۂ عشقِ رسول ﷺ
۶۱	۱۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا جذبۂ عشق رسول ﷺ
۶۳	۱۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی محبت رسول ﷺ
۶۴	۱۶۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی غلامئ رسول ﷺ
۶۷	۱۷۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی آتشِ شوق
۶۹	۱۸۔ حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے رفقاء کا کمالِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ
۷۲	۱۹۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا جذبۂ جاں نثاری
۷۲	۲۰۔ حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کا خوبصورت ''قصاص''
۷۳	۲۱۔ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے الوداعیہ کلمات
۷۵	۲۲۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا جذبۂ اِیثار و محبت
۷۶	۲۳۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور تبرکاتِ رسول ﷺ
۷۶	۲۴۔ حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی تمنائے شہادت
۷۷	۲۵۔ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کا پاسِ عہد
۷۸	۲۶۔ رئیس المنافقین کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا لافانی کردار
۸۱	۲۷۔ حضرت سُمَیّہ رضی اللہ عنہا سے رُوحِ ایمانی کو جدا نہ کیا جا سکا
۸۳	۲۸۔ حضرت عداس رضی اللہ عنہ مضروبِ طائف ﷺ کے قدموں میں
۸۴	۲۹۔ حضور ﷺ کی مبارک چادر سے کفن بنانے کی آرزو
۸۵	۳۰۔ حضرت ہند بنت حزام رضی اللہ عنہا کی داستانِ استقامت
۸۷	۳۱۔ غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا مقامِ عشق و مستی

صفحہ	عنوانات
۸۸	۳۲۔ فراقِ رسول ﷺ میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی بینائی جاتی رہی
۸۹	۳۳۔ سفیرِ قریش اور معیارِ ایمان
۹۱	۳۴۔ حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ کے محبت آمیز جذبات
۹۲	۳۵۔ فراقِ رسول ﷺ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نالۂ شوق
۹۴	۳۶۔ جبرئیلِ امین علیہ السلام کا شوقِ زیارت
۹۵	۳۷۔ آئینہ محبوب ﷺ میں محبوب ﷺ کی صورت نظر آتی
۹۵	۳۸۔ بعد از حضور ﷺ آرزو جینے کی کیا کروں
۹۶	۳۹۔ سالارِ کاروانِ عشق حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ کا جذبِ دُروں
۹۷	۴۰۔ ایک یہودی عالم اور حسرتِ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ
۱۰۰	❁ وصالِ حضور ﷺ پر سواری کا غم
۱۰۰	❁ اُستن حنانہ ایک ایمان افروز
۱۰۴	❁ مثنوی مولانا روم: ہجر نبی کا پیکر شعری
۱۰۷	مأخذ و مراجع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی امت مسلمہ کے ایمان کا مرکز ومحور ہے۔ امت مسلمہ کی بقا، سلامتی اور ترقی کا راز اس بات پر منحصر ہے کہ وہ ذات مصطفیٰ ﷺ کو اپنی جملہ عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز ومحور سمجھے۔ ہمارے ایمان کی مضبوطی اور استحکام کا دار و مدار بھی ذات مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ تعلقِ عشقی مستحکم کرنے پر ہے۔ اگر آپ ﷺ کے ساتھ عشق و محبت والا تعلق مضبوط ہو جائے تو پھر ایمان بھی کامل ہو جائے گا اور اعمال وعبادات بھی بامقصد و بامراد ہوں گی۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ذات مصطفیٰ ﷺ کو اپنی محبت کا مرکز ومحور سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ تعلق جس قدر مضبوط و مستحکم ہوگا اسی قدر ایمان بھی مضبوط و مستحکم ہوتا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کی اس درجہ تعظیم کرتے تھے کہ مخالفین بھی ان کے اس عمل پر پکار اٹھے کہ اب یہ قوم ناقابل تسخیر قوت بن گئی ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وارفتگی کا جو منظر حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھا...... اگرچہ وہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے...... تو انہوں نے کفار مکہ سے برملا کہہ دیا کہ میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں سلیقۂ ادب و احترام دیکھا ہے، لیکن خدا کی قسم! میں نے ہرگز کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے مصاحب اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم محمد (ﷺ) کے اصحاب اپنے رسول محمد (ﷺ) کی کرتے ہیں۔ بعدازاں انہوں نے کفار کو مسلمانوں پر حملہ نہ کرنے کا مشورہ دیا کیونکہ وہ بطور ماہر سفارتکار جانتے تھے کہ جو قوم اپنے رسول کے جسم سے مس ہونے والا پانی، لعاب دہن اور موئے مبارک کا زمین پر گرنا برداشت نہیں کر سکتے وہ میدان جنگ میں اس کے خون کا زمین پر گرنا کیونکر برداشت کر سکتی ہے!

آج اگر امت مسلمہ صحابہ کرام ﷡ کی سنت پر چلتے ہوئے ذات مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ عشق و محبت اور ادب و تعظیم کا تعلق مضبوط تر کر لے تو پھر یہ دوبارہ ایک ناقابل تسخیر قوت بن سکتی ہے، جسے دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔ تحریکِ منہاج القرآن امت مسلمہ کا اپنے آقا و مولیٰ ﷺ سے ٹوٹا ہوا تعلق پھر سے بحال کرنا چاہتی ہے۔ اس کے بانی قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اس تعلق کو بحال کرنے کے لئے اپنی تقریر و تحریر کے ذریعے جس قدر شعور اجاگر کیا ہے دور حاضر میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

زیرنظر کتاب میں عشاق صحابہ کرام ﷡ کے چالیس واقعات کے ذریعہ اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اگر آج ہم اس پیکر جمال ﷺ کے ساتھ محبت و احترام کا تعلق مضبوط و مستحکم کر لیں تو اپنے آپ کو ناقابل تسخیر بنا سکتے ہیں، جبکہ اسلام دشمن طاقتوں کی خواہش ہے کہ امت مسلمہ کے سینوں سے ادب و تعظیم اور عشق و محبت رسول ﷺ کو نکال دیا جائے تاکہ امت مسلمہ کو شکست خوردہ قوم بنایا جائے، جیسا کہ اِس حقیقت کی طرف علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ان اشعار میں توجہ دلائی ہے:

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے کر فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

لہٰذا آج ضرورت اس امر کی ہے کہ امت مسلمہ اپنے اندر احوال عشق مصطفیٰ ﷺ پھر سے زندہ کرے تاکہ یہ اجتماعی طور پر ماضی کی طرح ناقابل شکست اور ناقابل تسخیر قوت بن جائے۔

محمد تاج الدین کالامی
ریسرچ سکالر
فریدِ ملتؒ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

بابِ سوُم

اَسیرانِ حسنِ مصطفیٰ ﷺ

ابتدائیہ

کائنات کا تمام تر حسن و جمال ابد الآباد تک آفتابِ رسالت کے جلوؤں کی خیرات ہے۔ صحابہ کرام ﷺ دنیا کے خوش قسمت ترین انسان تھے کہ انہوں نے حالتِ ایمان میں آقائے محتشم ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔ اُنہیں ان فضاؤں میں جو تاجدارِ کائنات ﷺ کے انفاسِ پاک سے معطر تھیں، سانس لینے کی سعادت حاصل ہوئی۔

صحابہ کرام ﷺ کو حضور نبئ اکرم ﷺ کی زیارت سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہ تھی، دیدارِ مصطفیٰ ﷺ اُنہیں دنیا و مافیہا کی ہر نعمت سے بڑھ کر عزیز تھا۔ وہ ہر وقت محبوب ﷺ کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے ماہئ بے آب کی طرح تڑپتے رہتے تھے۔ اس حسنِ بے مثال کی جدائی کا تصور بھی ان کے لئے سوہانِ روح بن جاتا۔ وہ چاہے کتنے ہی مغموم و رنجیدہ ہوتے آقائے دوجہاں ﷺ کی بارگاہ میں آتے ہی ان کے دل و جاں کو راحت اور سکون کی دولت مل جاتی، پھر وہ عالمِ وارفتگی میں آقائے دوجہاں ﷺ کی دائمی رفاقت کی آرزو اور تمنا کی فضائے دلکش میں گم ہو جاتے۔ انہیں یہ اندیشہ بے تاب رکھتا کہ کہیں اُن سے صحبتِ مصطفیٰ ﷺ کی گراں بہا نعمت چھن نہ جائے، اُن کے قلوبِ مضطر کو اس وقت قرار آیا جب اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کے حسن و جمال پر مر مٹنے والے عشاق کو اخروی زندگی میں ابدی رفاقتِ مصطفیٰ ﷺ کا مژدۂ جانفزا سنایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ○ (۱)

''اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت)

---

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۶۹، ۷۰

اُن (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں○ یہ فضلِ (خاص) اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ جاننے والا کافی ہے○''

اِس مقام پر مفسرینِ کرام نے آیتِ مذکورہ کی شانِ نزول بیان کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محبوبِ حجازی ﷺ سے محبت و وارفتگی کے احوال و واقعات کا تذکرہ بڑے پیارے اور دلآویز انداز سے کیا ہے۔ ذیل میں حوالے کے طور پر چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

جاء رجل إلی النبی ﷺ فقال: یا رسول الله! إنك لأحب إلی من نفسی، و إنك لأحب إلی من والدی، و إنی لأکون فی البیت، فاذکرك فما أصبر حتی آتی فانظر إلیك، و إذا ذکرت موتی و موتك عرفت انك إذا دخلت الجنة رفعت مع النبیین، و أنی إذا دخلت الجنة خشیت أن لا أراك، فلم یزد علیه النبی ﷺ شیئا حتی نزل جبریل بهذه الآیة: ﴿وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ......﴾۔(۱)

''ایک صحابی حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! آپ مجھے میری جان اور میرے والدین سے بھی زیادہ محبوب

---

(۱) ۱۔ سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۱۸۲
۲۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۲۳
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۷
۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۱۵۳
۵۔ سیوطی، المعجم الصغیر، ۱: ۵۳
۶۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۴: ۲۴۰
۷۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۸: ۱۲۵

ہیں۔ جب میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں تو آپ کو ہی یاد کرتا رہتا ہوں اور اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک حاضر ہو کر آپ کی زیارت نہ کر لوں۔ لیکن جب مجھے اپنی موت اور آپ کے وصال مبارک کا خیال آتا ہے تو سوچتا ہوں کہ آپ تو جنت میں انبیاء کرام کے ساتھ بلند ترین مقام پر جلوہ افروز ہوں گے اور جب میں جنت میں داخل ہوں گا تو خدشہ ہے کہ کہیں آپ کی زیارت سے محروم نہ ہو جاؤں۔ حضور ﷺ نے اس صحابی کے جواب میں سکوت فرمایا، اس اثناء میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ آیت نازل ہوئی: ''اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) اُن (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے......۔''

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت اسی موضوع پر اس طرح ہے:

ان رجلا أتى النبى ﷺ، فقال: يا رسول الله! إنى أحبك حتى إنى أذكرك فلولا أنى أجئ فانظر إليك ظننت أن نفسى تخرج، و أذكر انى ان دخلت الجنة صرت دونك فى المنزلة، فيشق على وأحب أن أكون معك فى الدرجة۔ فلم يرد عليه شيئا۔ فأنزل الله ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ﴾ فدعاه رسول الله ﷺ فتلاه عليه۔(۱)

''ایک صحابی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ سے اس قدر محبت کرتا ہوں کہ (ہر وقت) آپ کو ہی یاد کرتا رہتا ہوں۔ پس جب تک میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کی زیارت نہ کر لوں تو یوں محسوس کرتا ہوں کہ میری جان نکل جائے گی۔ اور جب میں یہ خیال

---

(۱) ۱۔ سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۱۸۲
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۸۶، رقم: ۱۲۵۵۹
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۶، ۷
۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۲۳

کرتا ہوں کہ اگر میں جنت میں چلا گیا تو آپ سے نچلے درجے میں ہوں گا، یہ خیال میرے لئے انتہائی تکلیف دہ ہوتا ہے کیونکہ میں جنت میں آپ کی دائمی معیت چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اُسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت ...... اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اِطاعت کرے ...... نازل فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے اُسے بلا کر اس پر یہ آیت تلاوت فرمائی۔‘‘

۳۔ حضرت شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إن رجلا مِن الأنصار أتی رسول اللهﷺ، فقال: یا رسول الله! والله! لأنت أحب إلی من نفسی و ولدی و أهلی و مالی، و لو لا انی آتیک فأراك لظننت إنی سأموت ۔ و بکی الأنصاری، فقال له النبیﷺ: ما أبکاك؟ فقال: ذکرت إنك ستموت و نموت فترفع مع النبیین، و نحن إذا دخلنا الجنة کنا دونك فلم یخبره النبیﷺ بشیء، فأنزل الله علی رسوله: ﴿وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ ...... عَلِیۡماً﴾ فقال: ابشر یا أبا فلان۔ (۱)

’’ایک انصاری صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے اپنی جان، والدین، اہل و عیال اور مال سے زیادہ محبوب ہیں۔ اور جب تک میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کی زیارت نہ کر لوں تو محسوس کرتا ہوں کہ میں اپنی جاں سے گزر جاؤں گا ،اور (یہ بیان کرتے ہوئے) وہ انصاری صحابی زار و قطار رو پڑے۔ اس پر حضور نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ نالۂ غم کس لئے؟ تو وہ عرض کرنے لگے :یا رسول اللہ! جب میں خیال

---

(۱) ۱۔ سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۱۸۲

۲۔ ہناد، الزہد، ۱: ۱۱۸، باب منازل الانبیاء

۳۔ سعید بن منصور، السنن، ۴: ۱۳۰۷، رقم: ۶۶۱

۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۳۱، رقم: ۱۳۸۰

کرتا ہوں کہ آپ وصال فرمائیں گے اور ہم بھی مر جائیں گے تو آپ انبیاء کرام کے ساتھ بلند درجات پر فائز ہوں گے، اور جب ہم جنت میں جائیں گے تو آپ سے نچلے درجات میں ہوں گے۔ آپ ﷺ نے انہیں کوئی جواب نہ دیا، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر (یہ آیت مبارکہ) نازل فرمائی: ’’اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اِطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) اُن (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے ......۔‘‘ اس پر آپ ﷺ نے (اس صحابی کو بلایا اور) فرمایا: اے فلاں! تجھے (میری ابدی رفاقت کی) خوش خبری مبارک ہو۔‘‘

۴۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ ابن جریر نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

جاء رجل من الأنصار إلی النبی ﷺ، و هو محزون، فقال له النبی ﷺ: یا فلان! ما لی أراك محزونا؟ قال: یا نبی الله! شئ فکرت فیه۔ فقال: ما هو؟ قال: نحن نغدو علیك و نروح ننظر فی وجهك و نجالسك، غداً ترفع مع النبیین فلا نصل إلیك ۔ فلم یرد النبی ﷺ شیئًا، فأتاه جبرئیل بهذه الآیة: وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ إلی قوله رَفِیْقًا، قال: فبعث إلیه النبی ﷺ فبشره۔ (۱)

’’ایک انصاری صحابی حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں غمزدہ حالت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے اُس سے دریافت فرمایا: اے فلاں! تم اتنے غمگین کیوں ہو؟ اس نے عرض کیا: یا نبی اللہ! مجھے آپ سے متعلق اپنی ایک فکر کھائے جا

(۱) ۱۔ سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۱۸۲
۲۔ قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، ۷: ۹۷
۳۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۵: ۱۶۳
۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۲۳

رہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ اُس نے عرض کیا: ہم صبح و شام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، آپ کے دیدارِ سے اپنے قلب و روح کو تسکین پہنچاتے ہیں، آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ کل (آخرت میں) آپ انبیاء کرام کے ساتھ بلند مقام پر فائز ہوں گے جبکہ ہماری آپ تک رسائی نہیں ہوگی۔ اس پر حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے صحابی کو کوئی جواب نہ دیا۔ جب جبرئیل علیہ السلام یہ آیتِ کریمہ لے کر حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے اس انصاری کو پیغام بھیجا اور اسے اس (دائمی رفاقت کی) بشارت دی۔''

۵۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کیا:

قد علمنا أن النبی ﷺ له فضل علی مَن آمن به فی درجات الجنة ممن اتبعه و صدقه، فکیف لهم إذا اجتمعوا فی الجنة أن یری بعضهم بعضا؟ فأنزل الله فی ذلك، فقال له النبی ﷺ: ان الاعلین ینحدرون إلی من هم أسفل منهم، فیجتمعون فی ریاضها فیذکرون ما أنعم الله علیهم و یثنون علیه (۱)

''(یا رسول اللہ!) ہم جانتے ہیں کہ ہر نبی کو جنت کے درجات میں اپنے اس امتی پر فضیلت حاصل ہوگی جس نے ان کی اتباع اور تصدیق کی تو پھر جنت میں معیت و رفاقت کی کیا صورت ہوگی؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے (مذکورہ) آیت مبارکہ نازل فرمائی۔ حضور ﷺ نے اس صحابی سے ارشاد فرمایا کہ اوپر کے درجے والے اپنے سے نیچے کے درجے والوں کے پاس آئیں گے، ان کے پاس بیٹھیں گے اور اپنے اوپر ہونے والی اللہ کی نعمتوں کا ذکر کریں گے اور اس کی حمد و ثنا بیان کریں۔''

---

(۱) ۱۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۵: ۱۶۴

۲۔ سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۱۸۲

۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۲۲

کتبِ احادیث و سیر میں اس قسم کے متعدد واقعات کا ذکر ہے جو انفرادی و اجتماعی طور پر صحابہ کرام ﷺ کو پیش آئے۔ وہ اِس اَمر کی غمازی کرتے ہیں کہ اسیرانِ جمالِ مصطفیٰ آپ ﷺ کے دیدار سے زندگی پاتے تھے اور انہیں محبوب ﷺ کی ایک لمحہ کی جدائی بھی گوارا نہ تھی۔ وہ ایک دوسرے سے اقبال کی زبان میں یوں ہم نوا ہوتے تھے:

بیا اے همنشیں باهم بنالیم
من و تو کشتۂ شانِ جمالیم

(میرے ساتھی آ! مل کر روئیں، میں اور تُو ایک ہی شانِ حسن و جمال کے کشتہ ہیں۔)

ان مشتاقانِ دید کے دل میں ہر لمحہ یہ تمنا دھڑکتی رہتی تھی کہ ان کا محبوب ﷺ کبھی بھی ان سے جدا نہ ہو اور وہ صبح و شام اس محبوب ﷺ کی زیارت سے اپنے قلوب و اذہان کو راحت وسکون بہم پہنچاتے رہیں۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ ربِ کائنات نے اپنے محبوب ﷺ کو سیرت وصورت میں ایسا یکتا وتنہا اور بے مثال بنایا تھا کہ کائناتِ رنگ و بو میں کوئی دوسرا اس کا ہم سر نہ تھا۔ حضرت پیر مہر علی شاہؒ نے یوں ہی نہیں کہہ دیا تھا:

کوئی مثل نئیں ڈھولن دی
چپ کر مہر علی ایتھے جا نئیں بولن دی

صحابہ کرام ﷺ اول تا آخر محبوبِ خدا ﷺ سے والہانہ محبت کرتے تھے اور اسی محبت کا کرشمہ تھا کہ نہ انہیں اپنی جان کی پروا تھی، نہ مال و اولاد کی۔ وہ دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کو عزیز جانتے تھے۔ انہوں نے جس والہانہ عشق و محبت کا مظاہرہ کیا انسانی تاریخ آج تک اس کی نظیر پیش کرسکی اور نہ قیامت تک اس بے مثال محبت کے مظاہر دیکھنے ممکن ہوں گے۔

ذیل میں اسی لازوال محبت کے چند مستند واقعات کا ذکر کیا جائے گا:

۱۔ صحابہ کرام کی نماز اور زیارتِ مصطفیٰ ﷺ کا حسین منظر

حضور نبیٔ اکرم ﷺ اپنے مرضِ وصال میں جب تین دن تک حجرۂ مبارک سے

باہر تشریف نہ لائے تو وہ نگاہیں جو روزانہ دیدار مصطفیٰ ﷺ کے شرفِ دلنواز سے مشرف ہوا کرتی تھیں آپ ﷺ کی ایک جھلک دیکھنے کو ترس گئیں۔ جان نثارانِ مصطفیٰ سراپا انتظار تھے کہ کب ہمیں محبوب کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔ بالآخر وہ مبارک و مسعود لمحہ ایک دن حالتِ نماز میں انہیں نصیب ہو گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایامِ وصال میں جب نماز کی امامت کے فرائض سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد تھے، پیر کے روز تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں حسب معمول باجماعت نماز ادا کر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے قدرے افاقہ محسوس کیا۔ آگے روایت کے الفاظ ہیں:

فکشف النبی ﷺ ستر الحجرة، ينظر إلينا و هو قائمٌ، كأن وجهه ورقة مصحف، ثم تبسم۔(۱)

''آپ نے اپنے حجرۂ مبارک کا پردہ اٹھا کر کھڑے کھڑے ہمیں دیکھنا شروع فرمایا۔ گویا آپ ﷺ کا چہرۂ انور قرآن کا ورق ہو، پھر مسکرائے۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۲۴۰، کتاب الجماعة والامامة، رقم: ۶۴۸
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۱۵، کتاب الصلوة، رقم: ۴۱۹
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۵۱۹، کتاب الجنائز، رقم: ۱۶۲۴
۴۔ احمد بن حنبل، ۳: ۱۶۳
۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۷۵، رقم: ۴۸۲۵
۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۲۹۶، رقم: ۶۸۷۵
۷۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۴۴۶، رقم: ۱۶۵۰
۸۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۲۲۶۱ رقم: ۷۱۰۷
۹۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵: ۴۳۳، رقم
۱۰۔ حمیدی، المسند، ۲: ۵۰۱، رقم: ۱۱۸۸
۱۱۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۳۵۲، رقم: ۱۱۶۳
۱۲۔ ابویعلی، المسند، ۶: ۲۵۰، رقم: ۳۵۴۸

حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فهممنا أن نفتتن من الفرح برؤية النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فنكص أبوبكر على عقبيه ليصل الصف، وظن أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خارج إلى الصلوٰة۔(۱)

''حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی خوشی میں قریب تھا کہ ہم لوگ نماز چھوڑ بیٹھتے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے پلٹے تاکہ صف میں شامل ہوجائیں اور انہوں نے یہ سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے باہر تشریف لانے والے ہیں۔''

ان پر کیف لمحات کی منظر کشی روایت میں یوں کی گئی ہے:

فلما وضح وجه النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما نظرنا منظرا كان أعجب إلينا من وجه النبی صلی اللہ علیہ وسلم حين وضح لنا۔(۲)

''جب (پردہ ہٹا اور) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور سامنے آیا تو یہ اتنا حسین اور دلکش منظر تھا کہ ہم نے پہلے کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا تھا۔''

مسلم شریف میں **فهممنا أن نفتتن** کی جگہ یہ الفاظ منقول ہیں:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۲۴۰، کتاب الجماعۃ والامامۃ، رقم: ۶۴۸
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۷۵، رقم: ۴۸۲۵
۳۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵: ۴۳۳
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۹۴
۵۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۳۰۲، رقم: ۱۱۶۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۲۴۱، کتاب الجماعۃ والامامۃ، رقم: ۶۴۹
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۱۵، کتاب الصلاۃ، رقم: ۴۱۹
۳۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲: ۳۷۲، رقم: ۱۴۸۸
۴۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۴۴۶، رقم: ۱۶۵۲
۵۔ بیہقی، سنن الکبریٰ، ۳: ۷۴، رقم: ۴۸۲۴
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۱۱
۷۔ ابویعلی، المسند، ۷: ۲۵، رقم: ۲۴۳۹

فبهتنا و نحن فی الصلوۃ، من فرح بخروج النبی ﷺ۔(۱)

''ہم دورانِ نماز آپ ﷺ کے باہر تشریف لانے کی خوشی میں حیرت زدہ ہو گئے (یعنی نماز کی طرف توجہ نہ رہی)۔''

علامہ اقبال نے حالتِ نماز میں حضور ﷺ کے عاشقِ زار حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حوالے سے دیدارِ محبوب ﷺ کے منظر کی کیا خوبصورت لفظی تصویر کشی کی ہے:

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

کم و بیش یہی حالت حضور ﷺ کے ہر صحابی رضی اللہ عنہ کی تھی۔ شارحینِ حدیث نے **فهممنا أن نفتتن من الفرح برؤية النبی ﷺ** کا معنی اپنے اپنے ذوق کے مطابق کیا ہے۔

۱۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فهممنا أی قصدنا أن نفتتن بأن نخرج من الصلوۃ(۱)

(۱) قسطلانی، ارشاد الساری، ۲: ۴۴

''پس قریب تھا یعنی ہم نے ارادہ کر لیا کہ (دیدار کی خاطر) نماز چھوڑ دیں۔''

۲۔ لامع الدراری میں ہے:

و كانوا مترصدين إلى حجرته، فلما أحسوا برفع الستر التفتوا إليه بوجوههم۔(۲)

''تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توجہ آپ ﷺ کے حجرہ مبارک کی طرف مرکوز تھی، جب انہوں نے پردے کا سرکنا محسوس کیا تو تمام نے اپنے چہرے حجرۂ انور کی طرف کر لئے۔''

۳۔ مولانا وحید الزماں حیدر آبادی ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

(۱) مسلم، الصحیح، ۱: ۳۱۵، کتاب الصلوۃ، رقم: ۴۱۹

(۲) گنگوہی، لامع الدراری علی الجامع البخاری، ۳: ۱۵۰

فهممنا أن نفتتن من الفرح برؤية النبی صلی اللہ علیہ وسلم(۱)

''آنحضرت ﷺ کے دیدار سے ہم کو اتنی خوشی ہوئی کہ ہم خوشی کے مارے نماز توڑنے ہی کو تھے کہ آپ ﷺ نے پردہ نیچے ڈال دیا۔''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں:

فکاد الناس ان یضطربوا فأشار الناس ان اثبتوا۔(۲)

''قریب تھا کہ لوگوں میں اضطراب پیدا ہو جاتا، آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ کھڑے رہو۔''

شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اضطراب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فقرب الناس أن یتحرکوا من کمال فرحهم لظنهم شفاءه صلی اللہ علیہ وسلم حتی أرادوا أن یقطعوا الصلوة لإعتقادهم خروجه صلی اللہ علیہ وسلم لیصلی بهم، و أرادوا أن یخلوا له الطریق إلی المحراب و هاج بعضهم فی بعض من شدة الفرح۔(۳)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے شفایاب ہونے کی خوشی کے خیال سے متحرک ہونے کے قریب تھے حتیٰ کہ انہوں نے نماز توڑنے کا ارادہ کر لیا اور سمجھے کہ شاید ہمارے آقا ﷺ ہمیں نماز پڑھانے کے لیے باہر تشریف لا رہے ہیں، لہٰذا انہوں نے محراب تک کا راستہ خالی کرنے کا ارادہ کیا جبکہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خوشی کی وجہ سے کودنے لگے۔

امام بخاری نے باب الإلتفات فی الصلوة کے تحت اور دیگر محدثین کرام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ والہانہ کیفیت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں بیان کی ہے:

و هَمَّ المسلمون أن یفتتنوا فی صلوٰتهم، فأشار إلیهم: أتموا

---

(۱) وحید الزماں، ترجمۃ البخاری، ۱: ۳۴۹

(۲) ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۲۷، رقم: ۳۸۶

(۳) بیجوری، المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ: ۱۹۴

صلاتکم۔(۱)

''مسلمانوں نے نماز ترک کرنے کا ارادہ کر لیا تھا مگر آپ ﷺ نے انہیں نماز کو پورا کرنے کا حکم دیا۔''

۲۔ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ سے بھوک کا مداوا

اربابِ تاریخ و سیر لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں قحط سالی کے دور میں حکومت کے جمع شدہ ذخیرے سے قحط زدہ عوام میں غلے کی تقسیم کا نظام قائم فرمایا۔ ابھی آئندہ فصل کے آنے میں تین ماہ باقی تھے کہ غلے کا سٹاک ختم ہو گیا۔ اس پر حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ فکر لاحق ہوگئی کہ افلاس زدہ لوگوں کو غلے کی فراہمی کیسے ہوگی۔ وہ اس فکر میں غلطاں تھے کہ اللہ رب العزت نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بذریعہ جبرئیل علیہ السلام یہ پیغام دیا کہ اپنے چہرے کو بے نقاب کر دیجئے، اس طرح بھوکے لوگوں کی بھوک کا مداوا ہو جائے گا۔ روایات میں ہے کہ جو بھوکا شخص حضرت یوسف علیہ السلام کا دیدار کر لیتا اس کی بھوک مٹ جاتی۔(۲)

قرآنِ حکیم نے زنانِ مصر کا ذکر کیا ہے کہ وہ کس طرح حسنِ یوسف علیہ السلام کی دید میں اتنا محو اور بے خود ہو گئیں کہ انہیں اپنے ہاتھوں کی انگلیاں کٹ جانے کا احساس بھی نہ رہا۔

یہ تو حسنِ یوسفی کی بات ہے۔ حضور ﷺ تو تمام انبیاء علیہم السلام کی صفات و کمالات کے جامع ہیں۔ اس لئے حسن و جمال کی بے خود کر دینے والی کیفیت آپ ﷺ کی ذات

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۲۶۲، کتاب صفۃ الصلاۃ، رقم: ۷۲۱

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۵۸۷، رقم: ۶۶۲۰

۳۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۳: ۷۵، رقم: ۱۶۵۰

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۲۱۷

۵۔ طبری، التاریخ، ۲: ۲۳۱

(۲) شمائل الترمذی: ۲۷، حاشیہ: ۳

اقدس میں اس درجہ موجود تھی کہ اسے حیطۂ بیان میں نہیں لایا جاسکتا۔

حضور ﷺ کی زیارت بھوکوں کی بھوک رفع کرنے کا ذریعہ بنتی تھی، چہرۂ اقدس کے دیدار کے بعد بھوک اور پیاس کا احساس کہاں رہتا؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضور رحمتِ عالم ﷺ ایسے وقت کا شانۂ نبوت سے باہر تشریف لائے کہ:

لا يخرج فيها و لا يلقاه فيها أحد.

''آپ ﷺ پہلے کبھی اس وقت باہر تشریف نہ لاتے تھے اور نہ ہی کوئی آپ سے ملاقات کرتا۔''

پھر یوں ہوا کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی بھوک سے مغلوب باہر تشریف لے آئے۔ حضور ﷺ نے اپنے رفیقِ غار سے پوچھا:

ما جاء بك يا أبا بكر؟

اے ابوبکر! تم اس وقت کیسے آئے ہو؟

اس وفا شعار عجز و نیاز کے پیکر نے ازراہِ مروّت عرض کیا:

خرجت ألقى رسول الله ﷺ و أنظر في وجهه و التسليم عليه.

''یا رسول اللہ ﷺ صرف آپ کی ملاقات، چہرہ انور کی زیارت اور سلام عرض کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔''

تھوڑی دیر بعد ہی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی اسی راستے پر چلتے ہوئے اپنے آقا ﷺ کے پاس حاضر ہوگئے۔ نبی رحمت ﷺ نے دریافت فرمایا:

ما جاء بك يا عمر؟

''اے عمر! تمہیں کون سی ضرورت اس وقت یہاں لائی؟''

شمعِ رسالت ﷺ کے پروانے نے عرض کی:

الجوع، يا رسول الله!

''یا رسول اللہ! بھوک کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں۔''

والیٔ کون و مکان رحمتِ کل جہاں ﷺ نے فرمایا:

و أنا قد وجدت بعض ذلك ۔(۱)

’’اور مجھے بھی کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے۔‘‘

تو ہادیٔ برحق نبیٔ مکرم حضور رحمتِ عالم ﷺ اپنے دونوں جاں نثاروں کے ہمراہ اپنے ایک صحابی حضرت ابوالہیثم بن تیہان انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ ابوالہیثم رضی اللہ عنہ کا شمار متمول انصار میں ہوتا تھا۔ آپ کھجوروں کے ایک باغ کے مالک تھے۔ حضور ﷺ کی آمد کے وقت صاحبِ خانہ گھر پر موجود نہ تھے، اُن کی اہلیہ محترمہ نے بتایا کہ وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ابوالہیثم رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ جب دیکھا کہ آج سرکار ﷺ نے ان کے غریب خانے کو اعزاز بخشا ہے تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، وہ حضور ﷺ کو اپنے دو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اپنے گھر میں دیکھ کر پھولے نہیں سما رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی خوشی کا اظہار کیسے کریں، کیسے بارگاہِ خداوندی میں سجدۂ شکر بجا لائیں؟ ایک عجیب سی کیف و سرور اور انبساط کی لہر نے اہلِ خانہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور گھر کے در و دیوار بھی خوشی سے جھوم اٹھے تھے۔ حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ پر جو کیفیت طاری ہوئی اس کے بارے میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

یلتزم النبی ﷺ و یفدیه بأبیه و أمه(۲)

’’(حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ آتے ہی) حضور ﷺ سے لپٹ گئے اور کہتے جاتے میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیک وسلم پر قربان ہوں۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۵۸۳، ابواب الزہد، رقم: ۲۳۶۹

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۱۲، رقم: ۳۷۳

۳۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۴۵، ۷۱۷۸

۴۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۳۴۰

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۵۸۳، ابواب الزھد، رقم: ۲۳۶۹

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۱۲، رقم: ۳۷۳

۳۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۴۵، رقم: ۷۱۷۸

۴۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۳۴۰

بعد ازاں حضرت ابو الہیثم رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ان دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کو اپنے باغ میں لے گئے، تازہ کھجوریں پیش کیں اور کھانا کھلایا۔

شمائلِ ترمذی کے حاشیہ پر مذکورہ حدیث کے حوالے سے یہ عبارت درج ہے:

لعل عمر رضی اللہ عنہ جاء ليتسلى بالنظر في وجه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم كما كان يصنع أهل مصر في زمن يوسف علیہ السلام، و لعل هذا المعنى كان مقصود أبي بكر رضی اللہ عنہ و قد أدى بالطف وجه كأنه خرج رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لما ظهر عليه بنور النبوة أن أبابكر طالب ملاقاته، و خرج أبوبكر لما ظهر عليه بنور الولاية أنه صلی اللہ علیہ وسلم خرج في هذا الوقت لانجاح مطلوبه۔(۱)

’’حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس لئے تشریف لائے تھے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی زیارت سے اپنی بھوک مٹانا چاہتے تھے، جس طرح مصر والے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن سے اپنی بھوک کو مٹا لیا کرتے تھے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عمل میں بھی یہی راز مضمر تھا۔ مگر رفیقِ سفر نے اپنا مدعا نہایت ہی لطیف انداز میں بیان کیا اور یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نورِ نبوت کی وجہ سے آشکار ہو چکا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ طالبِ ملاقات ہیں اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر نورِ ولایت کی وجہ سے واضح ہو چکا تھا کہ اس گھڑی آقائے مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار انہیں ضرور نصیب ہوگا۔‘‘

ایک صحابی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا

کائنات کا سارا حسن و جمال نبیٔ آخر الزماں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور میں سمٹ آیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی زیارت سے مشرف ہونے والا ہر شخص جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس طرح کھو جاتا کہ کسی کو آنکھ جھپکنے کا یارا بھی نہ ہوتا اور نگاہیں اٹھی کی اٹھی رہ جاتیں۔

---

(۱) شمائل الترمذی: ۲۷، حاشیہ: ۳

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

کان رجل عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینظر إلیه لا یطرف۔

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں ایک شخص آپ ﷺ (کے چہرۂ انور) کو (اِس طرح ٹکٹکی باندھ کر) دیکھتا رہتا کہ (وہ اپنی آنکھ تک نہ جھپکتا۔‘‘

حضور رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے اس جاں نثار صحابی کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا:

ما بالك؟

’’اِس (طرح دیکھنے) کا سبب کیا ہے؟‘‘

اس عاشقِ رسول صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

بأبی و أمی! أتمتع من النظر إلیك۔ (۱)

’’میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کے چہرۂ انور کی زیارت سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔‘‘

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ جاں نثارانِ مصطفیٰ ﷺ پر خودسپردگی کی ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی اور وہ آپ ﷺ کے حسن و جمال میں اس طرح کھو جاتے کہ دنیا کی ہر شے سے بھی بے نیاز ہو جاتے۔

۳۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا شوقِ دیدار

مکہ معظّمہ میں اسلام کا پہلا تعلیمی اور تبلیغی مرکز کوہِ صفا کے دامن میں واقع دارِارقم تھا، اسی میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس فرماتے۔ ابھی مسلمانوں کی تعداد ۳۹ تک پہنچی تھی کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ کفار کے سامنے دعوتِ اسلام اعلانیہ پیش کروں۔ آپ ﷺ کے منع فرمانے کے باوجود انہوں نے اصرار کیا تو آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرما دی۔

و قام أبو بکر فی الناس خطیباً و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس، فکان

---

(۱) ۱۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲: ۵۶۶

۲۔ قسطلانی، المواهب اللدنیہ، ۲: ۹۴

أول خطیب دعا إلی اللہ عزوجل وإلی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔(۱)

''سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہوکر خطبہ دینا شروع کیا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے۔ پس آپ ہی وہ پہلے خطیب (داعی) تھے جنہوں نے (سب سے پہلے) اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوگوں کو بلایا۔''

اسی بنا پر آپ کو اسلام کا ''خطیب اوّل'' کہا جاتا ہے۔ نتیجتاً کفار نے آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور آپ کو اس قدر زد و کوب کیا کہ آپ خون میں لت پت ہو گئے، انہوں نے اپنی طرف سے آپ کو جان سے مار دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی، جب انہوں نے محسوس کیا کہ شاید آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی ہے تو اسی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے۔ آپ کے خاندان کے لوگوں کو پتہ چلا تو وہ آپ کو اٹھا کر گھر لے گئے اور آپس میں مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ ہم اس ظلم و تعدی کا ضرور بدلہ لیں گے لیکن ابھی آپ کے سانس اور جسم کا رشتہ برقرار تھا۔

آپ کے والدِ گرامی ابو قحافہ، والدہ اور آپ کا خاندان آپ کے ہوش میں آنے کے انتظار میں تھا، مگر جب ہوش آیا اور آنکھ کھولی تو آپ رضی اللہ عنہ کی زبانِ اقدس پر جاری ہونے والا پہلا جملہ یہ تھا:

ما فعل برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟''

تمام خاندان اس بات پر ناراض ہوکر چلا گیا کہ ہم تو اس کی فکر میں ہیں اور اسے کسی اور کی فکر لگی ہوئی ہے۔ آپ کی والدہ آپ کو کوئی شے کھانے یا پینے کے لئے اصرار سے کہتیں، لیکن اس عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر مرتبہ یہی جواب ہوتا، کہ اس وقت تک

---

(۱) ۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۳: ۳۰
۲۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۷۵
۳۔ دیار بکری، تاریخ الخمیس، ۱: ۲۹۴
۴۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۳۹۷

کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک مجھے اپنے محبوب ﷺ کی خبر نہیں مل جاتی کہ وہ کس حال میں ہیں۔ لختِ جگر کی یہ حالتِ زار دیکھ کر آپ کی والدہ کہنے لگیں:

واللہ! ما لی علم بصاحبک ۔

’’خدا کی قسم! مجھے آپ کے دوست کی خبر نہیں کہ وہ کیسے ہیں؟‘‘

آپ رضی اللہ عنہ نے والدہ سے کہا کہ حضرت اُمِ جمیل رضی اللہ عنہا بنت خطاب سے حضور ﷺ کے بارے پوچھ کر آؤ۔ آپ کی والدہ اِم جمیل رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ماجرا بیان کیا۔ چونکہ انہیں ابھی اپنا اسلام خفیہ رکھنے کا حکم تھا اس لئے انہوں نے کہا کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے دوست محمد بن عبداللہ کو نہیں جانتی۔ ہاں اگر تو چاہتی ہے تو میں تیرے ساتھ تیرے بیٹے کے پاس چلتی ہوں۔ حضرت اُمِ جمیل رضی اللہ عنہا آپ کی والدہ کے ہمراہ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں تو ان کی حالت دیکھ کر اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکیں اور کہنے لگیں:

إنی لأرجو أن ینتقم اللہ لک ۔

’’مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور اُن سے تمہارا بدلہ لے گا۔‘‘

آپ نے فرمایا! ان باتوں کو چھوڑو مجھے صرف یہ بتاؤ:

ما فعل برسول اللہ ﷺ؟

’’رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟‘‘

انہوں نے اشارہ کیا کہ آپ کی والدہ سن رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: فکر نہ کرو بلکہ بیان کرو۔ انہوں نے عرض کیا:

سالم صالح۔

’’(آپ ﷺ) محفوظ اور خیریت سے ہیں۔‘‘

پوچھا:

فأین ھو؟

’’آپ ﷺ (اس وقت) کہاں ہیں؟‘‘

انہوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ دارِ ارقم میں ہی تشریف فرما ہیں۔ آپ نے یہ

سن کر فرمایا:

ان لا أذوق طعاما أو شرابا أوآتی رسول الله ﷺ۔(۱)

''میں اس وقت تک کھاؤں گا نہ کچھ پیوں گا جب تک کہ میں اپنے محبوب ﷺ کو ان آنکھوں سے بخیریت نہ دیکھ لوں۔''

شمعِ مصطفوی ﷺ کے اس پروانے کو سہارا دے کر دارِ ارقم لایا گیا، جب حضور ﷺ نے اس عاشقِ زار کو اپنی جانب آتے ہوئے دیکھا تو آگے بڑھ کر تھام لیا اور اپنے عاشقِ زار پر جھک کر اس کے بوسے لینا شروع کر دیئے۔ تمام مسلمان بھی آپ کی طرف لپکے۔ اپنے یارِ غمگسار کو زخمی حالت میں دیکھ کر حضور ﷺ پر عجیب رقت طاری ہوگئی۔

اُنہوں نے عرض کیا کہ میری والدہ حاضر خدمت ہیں، ان کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دولتِ ایمان سے نوازے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور وہ دولتِ ایمان سے شرف یاب ہوگئیں۔

۴۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی والہانہ محبت و وارفتگی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح چہرۂ نبوت کے دیدارِ فرحت آثار سے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان کیا کرتے تھے اور ان کے نزدیک پسند و دلبستگی کا کیا معیار تھا، اس کا اندازہ آپ ﷺ کے یارِ غار سے متعلق درج ذیل روایت سے بخوبی ہو جائے گا:

ایک مرتبہ حضور رسالتمآب ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تمہاری دنیا میں تین چیزیں پسند ہیں: خوشبو، نیک خاتون اور نماز جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے بھی تین ہی

---

(۱) ۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، (السیرۃ)، ۳: ۳۰

۲۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۷۶

۳۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۳۹۸

۴۔ دیار بکری، تاریخ الخمیس، ۱: ۲۹۴

چیزیں پسند ہیں:

النظر إلی وجه رسول الله ﷺ، و إنفاق مالی علی رسول الله ﷺ، و أن یکون ابنتی تحت رسول الله۔(۱)

''آپ صلی اللہ علیک وسلم کے چہرۂ اقدس کو تکتے رہنا، اللہ کا عطا کردہ مال آپ صلی اللہ علیک وسلم کے قدموں پر نچھاور کرنا اور میری بیٹی کا آپ صلی اللہ علیک وسلم کے عقد میں آنا۔''

جب انسان خلوصِ نیت سے اللہ تعالیٰ سے نیک خواہش کا اظہار کرتا ہے تو وہ ذات اپنی شانِ کریمانہ کے مطابق اُسے ضرور نوازتی ہے۔ اس اصول کے تحت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی تینوں خواہشیں اللہ تعالیٰ نے پوری فرما دیں۔

آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضور رسالت مآب ﷺ نے اپنے نکاح میں قبول فرما لیا۔ آپ کو سفر و حضر میں رفاقتِ مصطفوی ﷺ نصیب رہی یہاں تک کہ غارِ ثور کی تنہائی میں آپ کے سوا کوئی اور زیارت سے مشرف ہونے والا نہ تھا، اور مزار میں بھی أوصلوا الحبیب إلی الحبیب کے ذریعے اپنی دائمی رفاقت عطا فرما دی۔ اسی طرح مالی قربانی اس طرح فراوانی کے ساتھ نصیب ہوئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ما نفعنی مال أحد قط ما نفعنی مال أبی بکر۔(۲)

---

(۱) ابن حجر، منبھات: ۲۱، ۲۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۰۹، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۶۱

۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۳۶، مقدمہ، باب فضائل الصحابہ، رقم: ۹۴

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۵۳

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۲۷۳، رقم: ۶۸۵۸

۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۴۸، رقم: ۳۱۹۲۷

۶۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۱۵۸

۷۔ ہیثمی، موارد الظمان، ۱: ۵۳۲، رقم: ۲۶۲۱

۸۔ قرطبی، تفسیر الجامع لاحکام القرآن، ۳: ۴۱۸

←

’’مجھے جس قدر نفع ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے دیا ہے اتنا کسی اور کے مال نے نہیں دیا۔‘‘

دوسرے مقام پر مال کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحبت کا ذکر بھی فرمایا:

إن (مِن) أمَنّ الناس عليّ في صحبته و ماله أبو بكر.(۱)

’’لوگوں میں سے مجھے اپنی رفاقت دینے اور اپنا مال خرچ کرنے کے لحاظ سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔‘‘

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی والہانہ محبت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والد گرامی سارا دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہتے، جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر گھر آتے تو جدائی کے یہ چند لمحے کاٹنا بھی اُن کے لئے دشوار ہو جاتا۔ وہ ساری ساری رات ماہیٔ بے آب کی طرح بیتاب رہتے، ہجر و فراق کی وجہ سے ان کے جگرِ سوختہ سے اس طرح آہ نکلتی جیسے کوئی چیز

.........۹۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۰:۳۶۳، رقم: ۵۵۲۵

۱۰۔ طبری، الریاض النضرہ، ۲:۱۶، رقم: ۱۱۶۴۱۲

۱۱۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، ۱:۶۵، رقم: ۲۵

۱۲۔ سیوطی، تاریخ الخلفاء: ۳۰

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۱۷۷، کتاب المساجد، رقم: ۴۵۴

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۰۸، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۶۰

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵:۳۵، رقم: ۸۱۰۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۸

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۵۵۸، رقم: ۶۵۹۴

۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۴۸، رقم: ۳۱۹۲۶

۷۔ نسائی، فضائل الصحابہ، ۱:۳، رقم: ۲

۸۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، ۱:۶۱، رقم: ۲۱

۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲:۲۲۷

۱۰۔ طبری، الریاض النضرہ، ۲:۱۲، رقم: ۱۰۹۴۰۵

جل رہی ہو اور یہ کیفیت اس وقت تک رہتی جب تک وہ حضور ﷺ کے چہرۂ اقدس کو دیکھ نہ لیتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کا سبب بھی ہجر و فراقِ رسول ہی بنا۔ آپ کا جسم حضور ﷺ کے وصال کے صدمے سے نہایت ہی لاغر ہو گیا تھا، حتی کہ اسی صدمے سے آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی محبوبیت اور آپ ﷺ کے ہجر کے سوز و گداز کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قوتِ قلب و جگر گردد نبی
از خدا محبوب تر گردد نبی
ذرۂ عشقِ نبی اَز حق طلب
سوزِ صدیق و علی اَز حق طلب

(حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی دل و جگر کی تقویت کا باعث بنتی ہے اور شدت اختیار کر کے خدا سے بھی زیادہ محبوب بن جاتی ہے۔ تو بھی آپ ﷺ کے عشق کا ذرہ حق تعالیٰ سے طلب کر اور وہ تڑپ مانگ جو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور مولا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ میں تھی۔)

۵۔ ہجرِ رسول اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی گریہ و زاری

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے: ایک رات آپ عوام کی خدمت کے لیے رات کو نکلے تو آپ نے ایک گھر میں دیکھا کہ چراغ جل رہا ہے اور ایک بوڑھی خاتون اُون کاتتے ہوئے ہجر و فراق میں ڈوبے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہی ہے:

على محمد صلاة الأبرار — صلى عليه الطيبون الأخيار
قد كنتَ قواماً بكا بالأسحار — يا ليت شعرى والمنايا أطوار

هل تجمعنی و حبیبی الدار(۱)

’’محمد ﷺ پر اللہ کے تمام ماننے والوں کی طرف سے سلام ہو اور تمام متقین کی طرف سے بھی۔ آپ راتوں کو اللہ کی یاد میں کثیر قیام کرنے والے اور سحری کے وقت آنسو بہانے والے تھے۔ ہائے افسوس! اسبابِ موت متعدد ہیں، کاش مجھے یقین ہو جائے کہ روزِ قیامت مجھے آقا علیہ السلام کا قرب نصیب ہو سکے گا۔‘‘

یہ اشعار سن کر حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو بے اختیار اپنے آقا ﷺ کی یاد آ گئی اور وہ زار و قطار رو پڑے۔ اہل سیر آگے لکھتے ہیں:

طرق علیها الباب، فقالت: من هذا؟ فقال: عمر بن الخطاب، فقالت: ما لی ولعمر فی هذه الساعة؟ فقال: افتحی، یرحمك الله فلا بأس علیك، ففتحت له، فدخل علیها، وقال: ردی الكلمات التی قلتیها آنفا، فردتها، فقال: ادخلینی معكما و قولی و عمر فاغفرله یا غفار۔(۲)

’’انہوں نے دروازے پر دستک دی۔ خاتون نے پوچھا: کون؟ آپ نے کہا: عمر بن الخطاب۔ خاتون نے کہا: رات کے ان اوقات میں عمر کو یہاں کیا کام؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تجھ پر رحم فرمائے، تو دروازہ کھول تجھے کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ اس نے دروازہ کھولا: آپ اندر داخل ہوگئے اور کہا کہ جو اشعار تو ابھی پڑھ رہی تھی انہیں دوبارہ پڑھ۔ اس نے جب دوبارہ اشعار پڑھے تو آپ کہنے لگے کہ اس مسعود و مبارک اجتماع میں مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کرلے اور یہ کہہ کہ ہم دونوں کو آخرت میں حضور ﷺ کا ساتھ نصیب ہو اور اے معاف کرنے والے عمر کو معاف کر دے۔‘‘

بقول قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے بعد چند

---

(۱) ۱۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲: ۵۶۹

۲۔ ابن مبارک، الزہد، ۱: ۳۶۳

(۲) خفاجی، نسیم الریاض، ۳: ۳۵۵

دن تک صاحبِ فراش رہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی عیادت کے لئے آتے رہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہی ایمان تھا اور یہی دین کہ وہ کسی بھی شئے سے حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کے بغیر اپنا تعلق قائم نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حج پر آئے، طواف کیا اور حجرِ اسود کے سامنے آ کر کھڑے ہوگئے۔ اس سے فرمانے لگے:

إنی أعلم أنك حجر لا تضر و لا تنفع، ولو لا أنی رأیت النّبی صلی اللہ علیہ وسلم یقبلك ما قبلتك ۔(۱)

''میں جانتا ہوں بیشک تو ایک پتھر ہے جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اگر

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲:۵۷۹، کتاب الحج، رقم: ۱۵۲۰

۲۔ مسلم، الصحیح، ۲:۹۲۵، کتاب الحج، رقم: ۱۲۷۰

۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۹۸۱، کتاب المناسک، رقم: ۲۹۴۳

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۲:۴۰۰، رقم: ۳۹۱۸

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۴۶

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵:۸۲، رقم: ۹۰۵۹

۷۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۳:۳۴۲، رقم: ۱۴۷۵۳

۸۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵:۷۲، رقم: ۹۰۳۵

۹۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳:۲۴۳، رقم: ۳۰۴۲

۱۰۔ بزار، المسند، ۱:۴۷۸، رقم: ۳۴۱

۱۱۔ حمیدی، المسند، ۱:۷، رقم: ۹

۱۲۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۲:۳۹۵، رقم: ۱۵۶۷

۱۳۔ ابویعلی، المسند، ۱:۱۶۹، رقم: ۱۸۹

۱۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳:۴۵۰، رقم: ۴۰۳۸

۱۵۔ ابن عبد البر، التمہید، ۲۲:۲۵۶

۱۶۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲:۵۵۸

۱۷۔ زرقانی، شرح علی الموطا، ۲:۴۰۸

میں نے نبیٔ اکرم ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔‘‘

یہ کلمات ادا کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔(۱)

سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما کا دیدارِ محبوب ﷺ کا منفرد اعزاز

صدیقِ باوفا رضی اللہ عنہ کو سفرِ ہجرت میں رفاقتِ سرورِ کونین ﷺ کا اعزاز حاصل ہوا، جبکہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ مرادِ رسول ہونے کے شرفِ لازوال سے مشرف ہوئے۔ ان جلیل القدر صحابہ کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظیم جماعت میں کئی دیگر حوالوں سے بھی خصوصی اہمیت حاصل تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أن رسول الله ﷺ كان يخرج على أصحابه من المهاجرين و الأنصار، و هم جلوس و فيهم أبوبكر و عمر، فلا يرفع إليه أحد منهم بصره إلا أبوبكر و عمر، فإنهما كانا ينظران إليه و ينظر إليهما و يتبسمان إليه و يتبسم إليهما(۲)

’’حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنے مہاجر اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جھرمٹ میں تشریف فرما ہوتے اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی ان میں ہوتے تو کوئی صحابی بھی حضور ﷺ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتا، البتہ ابوبکر صدیق اور فاروق

---

(۱) حاکم، المستدرک، ۱: ۶۲۸، رقم: ۱۶۸۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۱۲، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۶۸

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۵۰

۳۔ طیالسی، المسند، ۱: ۲۷۵، رقم: ۲۰۶۴

۴۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۳۸۸، رقم: ۱۲۹۸

۵۔ ابویعلی، المسند، ۱: ۱۱۶، رقم: ۳۳۷۸

۶۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، ۱: ۲۱۲، رقم: ۳۳۹

۷۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۳۳۸، رقم: ۲۰۹

اعظم رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے چہرۂ انور کو مسلسل دیکھتے رہتے اور سرکار ان کو دیکھتے، یہ دونوں حضرات رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر مسکراتے اور خود حضور ﷺ ان دونوں کو دیکھ کر تبسم فرماتے۔‘‘

۶۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ...... اسیرِ حسنِ مصطفیٰ ﷺ

عشاقِ مصطفیٰ ﷺ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نسبتِ رسول ﷺ کا جو منفرد اعزاز عطا ہوا اس کا مظاہرہ صلحِ حدیبیہ کے موقع پر دیکھنے میں آیا۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے انہیں اپنا سفیر بنا کر مکہ معظّمہ بھیجا کہ کفار و مشرکین سے مذاکرات کریں۔ کفار نے پابندی لگا دی تھی کہ اس سال حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سفیرِ رسول بن کر مذاکرات کے لئے حرمِ کعبہ پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ اس سال آپ لوگ حج نہیں کر سکتے، تاہم کفارِ مکہ نے بزعم خویش رواداری برتتے ہوئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ چونکہ تم آ گئے ہو، اس لئے حاضری کے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اگر چاہو تو ہم تمہیں طواف کی اجازت دیتے ہیں لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے کفار کی اس پیشکش کو بڑی شان بے نیازی سے ٹھکرا دیا۔ حضور ﷺ کے بغیر طواف کرنا انہیں گوارا نہ ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بغیر لگی لپٹی رکھے کہا:

ما كنتُ لأطوف به حتى يطوف به رسول الله ﷺ۔(۱)

(۱) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹:۲۲۱

۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴:۲۸۲

۳۔ طبری، التاریخ، ۲:۱۲۱

۴۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲:۵۹۴

۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۴:۱۶۷

۶۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲:۷۰۱

۷۔ ابن حبان، الثقات، ۱:۲۹۹

۸۔ طبری، تفسیر، ۲۶:۸۶

۹۔ ابن کثیر، تفسیر، ۴:۱۸۷

''میں اس وقت تک طوافِ کعبہ نہیں کروں گا جب تک حضور ﷺ طواف نہ کرلیں۔''

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے اس عمل سے دشمنانِ اسلام کو جتلا دیا کہ ہم کعبہ کو حضور ﷺ کے کہنے پر کعبہ مانتے ہیں اور اس کا طواف بھی اس لئے کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اس کا طواف کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کعبے سے اپنی جذباتی وابستگی اور عقیدت کو اہمیت نہ دی حالانکہ اس کے دیدار کے لئے وہ مدت سے ترس رہے تھے اور ہجرت کے چھ سات سال بعد انہیں یہ پہلا موقع مل رہا تھا۔ اگر وہ طواف کر بھی لیتے تو حضور ﷺ نے انہیں اس سے منع نہیں کیا تھا لیکن ان کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت نسبتِ رسول ﷺ کی تھی جس کے بغیر وہ کسی عمل کو کوئی وقعت دینے کے لئے تیار نہ تھے اور حضور ﷺ کے ساتھ یہی نسبت ان کے ایمان کی بنیاد تھی۔

حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا آقائے دوجہاں ﷺ کے ساتھ تعلقِ عشق خودسپردگی اور وارفتگی کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ کتبِ احادیث میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ مسجد کے دروازے پر بیٹھ کر گوشت کا لقمہ تناول کرنے لگے۔ لوگوں نے پوچھا: حضرت! یہ دروازہ گزرگاہِ عام ہے، یہاں بیٹھ کر کھانا چہ معنی دارد؟ دیکھنے والے کیا سمجھیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جواب میں فرمانے لگے: مجھے اور تو کچھ خبر نہیں، بس اتنا پتہ ہے کہ ایک بار میرے آقا و مولا ﷺ نے یہاں بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا تھا، میں تو اس سنت پر عمل کر رہا ہوں اور اس وقت حضورِ نبی کریم علیہ السلام کی یہی ادا میرے پیشِ نظر ہے۔

ایک دفعہ وضو کے بعد بغیر کسی وجہ کے مسکرانے لگے۔ کسی نے پوچھا: آپ کس بات پر مسکرا رہے ہیں جبکہ کسی سے گفتگو اور مکالمہ بھی نہیں۔ فرمانے لگے: مجھے کسی سے کیا غرض! میں نے تو ایک بار حضور ﷺ کو اسی طرح وضو کرنے کے بعد مسکراتے دیکھا تھا، میں تو محبوب ﷺ کی اسی ادا کو دہرا رہا ہوں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ے مجھے کیا خبر تھی رکوع کی، مجھے ہوش کب تھا سجود کا
ترے نقشِ پا کی تلاش تھی کہ میں جھک رہا تھا نماز میں

اس تعلقِ عشق کا اظہار تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں جھلکتا تھا۔

۷۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ سے تعلقِ عشق

حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کی تربیت براہِ راست آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمائی تھی۔ بچوں میں سب سے پہلے دامنِ اسلام سے وابستہ ہونا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقدر میں لکھا گیا تھا۔ اس مقام پر سیدنا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے اس قول کا ذکر ضروری ہے جس میں آپ نے حضور ﷺ کی زیارت کی لذت آفرین کیفیت کو بیان کر کے ثابت کر دیا کہ عظمتِ رسول ﷺ کا پرچم سر بلند کرنا اوراطاعتِ مصطفیٰ ﷺ کی قندیل دل میں روشن رکھنا ہی ایمان کی اساس ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا:

كيف كان حبكم لرسول الله صلى الله عليه وسلم؟(۱)

آپ (صحابہ کرام) کو پیغمبر اسلام ﷺ سے کس قدر محبت تھی؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كان و الله! أحب إلينا من أموالنا وأولادنا و آباء نا و أمهاتنا و من الماء البارد على الظمأ۔(۲)

’’اللہ کی قسم! حضور ﷺ ہمیں اپنے اموال، اولاد، آباء و اجداد اور امہات سے بھی زیادہ محبوب تھے اور کسی پیاسے کو ٹھنڈے پانی سے جو محبت ہوتی ہے ہمیں اپنے آقا و مولا ﷺ اس سے بھی بڑھ کر محبوب تھے۔‘‘

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ وہ زیارتِ مصطفیٰ ﷺ کے مواقع تلاش کیا کرتے تھے، آپ ﷺ کے جسمِ اقدس کی خوشبو انہیں بتا دیتی کہ آقا ﷺ اس طرف گئے ہیں۔ وہ آسانی سے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا سراغ لگا لیتے اور آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی تابانیوں میں اپنی روح و جان کے ساتھ بھیگ جاتے۔ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی حضور ﷺ سے وابستگی اور تقرب کا حال جاننے کے لئے یہ روایت ملاحظہ فرمائیے:

(۱) قاضی عیاض، الشفاء، ۲: ۵۶۸

(۲) قاضی عیاض، الشفاء، ۲: ۵۶۸

سورج کا پلٹنا اور نمازِ عصر کی ادائیگی

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ غزوۂ خیبر کے دوران قلعہ صہباء کے مقام پر حضور نبیٔ اکرم ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں سرِ انور رکھ کر اِستراحت فرما رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابھی نمازِ عصر ادا نہیں کی تھی۔ اس وقت چاہتے تو عرض کر دیتے کہ حضور صلی اللہ علیك وسلم! تھوڑی دیر توقف فرمایئے کہ میں عصر کی نماز پڑھ لوں، پھر حاضرِ خدمت ہوجاتا ہوں۔ عقل کا تقاضا بھی یہی تھا لیکن عقل کا کام تو بقولِ اقبال رحمۃ اللہ علیہ بہانے تلاش کرنا اور تنقید کرنا ہے۔ فرماتے ہیں:

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اَعمال کی بنیاد رکھ

عقل کا تو شیوہ ہی تنقید ہے، جبکہ عشق آنکھیں بند کر کے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے:

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

عقل سود و زیاں کے چکر میں اُلجھی رہتی ہے جب کہ عشق بے خطر آگ میں کود کر اُسے گل وگلزار میں تبدیل کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عشق منزل کو پالیتا ہے اور عقل گردِ سفر میں گم ہو کر رہ جاتی ہے۔

بو علی اندر غبارِ ناقہ گم
دستِ رومی پردۂ محمل گرفت

(بوعلی (جو کہ عقل کی علامت ہے محبوب کی) اونٹنی کے غبار میں گم ہو گیا (جبکہ عشق کے نمائندے) رومی نے ہاتھ آگے بڑھا کر (محبوب کے) کجاوے کو تھام لیا۔)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ''عقل قرباں کن بہ پیشِ مصطفیٰ'' کا مظہر بنتے ہوئے اپنی نماز محبوب کے آرام پر قربان کر دی، جس کے نتیجے میں اس کشتۂ آتشِ عشق اور پیکرِ وفا کو وہ نماز نصیب ہوئی جو کائناتِ انسانیت میں کسی دوسرے کا مقدر نہ بن سکی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ تو کب سے موقع کے متلاشی تھے کہ انہیں آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت اور قرب نصیب ہو۔ وہ ایسا نادر موقع کیونکر ہاتھوں سے جانے دیتے، وہ تو زبان حال سے کہہ رہے ہوں گے:

نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں
نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

چنانچہ انہوں نے موقع غنیمت جانا اور حضور ﷺ کے سرِ انور کے لئے اپنی گود بچھا دی، جس پر آپ ﷺ نے اپنا مبارک سر رکھا اور اِستراحت فرمانے لگے۔ اب نہ جیسا کہ ہم ابھی بتا چکے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اور نہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے پوچھا کہ نماز عصر ادا ہوئی کہ نہیں؟

اِدھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی خوش بختی کے کیف میں آفتابِ نبوت کو تکے جا رہے تھے اور ادھر آفتابِ جہاں تاب اپنی منزلیں طے کرتا ہوا غروب ہوتا جا رہا تھا۔ جب ان کی نظر ڈوبتے سورج پر پڑی تو چہرۂ اقدس کا رنگ متغیر ہونے لگا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی۔ کبھی نگاہ سورج پر ڈالتے اور کبھی محبوب ﷺ کے رخِ زیبا پر۔ کبھی مائل بہ غروب سورج کو تکتے تو کبھی آفتابِ رسالت کے طلوع کا منظر دیکھتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ سورج ڈوب چلا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے، حضور ﷺ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پریشانی کے عالم میں محوِ گریہ ہیں۔ پوچھا: کیا بات ہوئی؟ عرض کیا: آقا! میری نمازِ عصر رہ گئی ہے۔ فرمایا: قضا پڑھ لو۔ انہوں نے حضور رحمتِ عالم ﷺ کے چہرۂ اقدس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا، جو زبانِ حال سے یہ کہہ رہی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیك وسلم کی غلامی میں نماز جائے اور قضا پڑھوں؟ اگر اس طرح نماز قضا پڑھوں تو پھر ادا کب پڑھوں گا؟

جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ علی رضی اللہ عنہ قضا نہیں بلکہ نماز ادا ہی کرنا چاہتا ہے تو سرکارِ دوعالم ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے، اللہ جل مجدہ کی بارگاہ میں دستِ اقدس دعا کے لئے بلند کر دیئے اور عرض کیا:

اللّٰهم! إنّ عليا فى طاعتك و طاعة رسولك، فاردد عليه

الشمس۔(۱)

’’اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھا (کہ اس کی نماز قضا ہوگئی)، پس اس پر سورج کو پلٹا دے (تاکہ اس کی نماز ادا ہو)۔‘‘

نماز وقت پر ادا کرنا اللہ کی اطاعت ہے لیکن یہاں تو نماز قضا ہوگئی تھی اس کے باوجود حضور ﷺ اس قضا کو اللہ کی اطاعت قرار دے رہے تھے۔ کیا معاذ اللہ آرام اللہ پاک فرما رہا تھا؟ نہیں، وہ تو آرام سے پاک ہے۔ کیا نیند اللہ کی تھی؟ نہیں، وہ تو نیند سے بھی پاک ہے۔ آرام حضور علیہ السلام کا تھا، نیند حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی تھی، علی رضی اللہ عنہ کی نماز حضور ﷺ کی نیند پر قربان ہوگئی۔ اب چاہئے تو یہ تھا کہ حضور ﷺ فرماتے کہ ’’اے اللہ! علی تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھا‘‘، لیکن آپ ﷺ کے اس فرمان سے اطاعت کا مفہوم بھی واضح ہوگیا کہ آپ ﷺ کی خدمت گری جیسی بھی ہو رب کی اطاعت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چونکہ آپ ﷺ کی خدمت میں مصروف تھے اس لئے ان کی قضا بھی اطاعتِ الٰہی قرار پائی۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اُس تاجور کی ہے

حدیثِ مبارک میں مذکور ہے کہ جب آقائے دو جہاں ﷺ نے دستِ اقدس دعا کے لئے بلند فرمائے تو ڈوبا ہوا سورج اس طرح واپس پلٹ آیا جیسے ڈوبا ہی نہ ہو۔ یہ تو ایسے تھا جیسے حضور ﷺ کے ہاتھوں میں ڈوریاں ہوں جنہیں کھینچنے سے سورج آپ ﷺ کی جانب کھنچا آرہا ہو۔ یہاں تک کہ سورج عصر کے وقت پر آگیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴:۱۵۱، رقم: ۳۹۰
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۹۷
۳۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۱:۴۰۰
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۸۳
۵۔ سیوطی، الخصائص الکبری، ۲:۱۳۷
۶۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲:۱۰۳

عصر ادا کی۔(۱)

۸۔ وارفتگئ عشقِ مصطفیٰ ﷺ اور اذانِ بلالی رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ کے وصال کے بعد سیدنا بلال رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں یہ کہتے پھرتے کہ لوگو تم نے کہیں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے تو مجھے بھی دکھا دو، پھر کہنے لگے کہ اب مدینے میں میرا رہنا دشوار ہے، اور شام کے شہر حلب میں چلے گئے۔ تقریباً چھ ماہ بعد آپ ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی تو آپ ﷺ فرما رہے تھے:

ما هذه الجفوة، يا بلال! ما آن لك أن تزورنا ؟(۲)

''اے بلال! یہ کیا بے وفائی ہے؟ (تو نے ہمیں ملنا چھوڑ دیا)، کیا ہماری ملاقات کا وقت نہیں آیا؟''

خواب سے بیدار ہوتے ہی اونٹنی پر سوار ہو کر **لبيك! يا سيدی يا رسول الله!** کہتے ہوئے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے مسجدِ نبوی پہنچ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نگاہوں نے عالمِ وارفتگی میں آپ ﷺ کو ڈھونڈنا شروع کیا۔ کبھی مسجد میں تلاش کرتے اور کبھی حجروں میں، جب کہیں نہ پایا تو آپ ﷺ کی قبرِ انور پر سر رکھ کر رونا شروع کر دیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا کہ آ کر مل جاؤ، غلام حلب سے بہرِ ملاقات حاضر ہوا ہے۔ یہ کہا اور بے ہوش ہو کر مزارِ پُر انوار کے پاس گر پڑے، کافی دیر بعد ہوش آیا۔ اتنے میں سارے مدینے میں یہ خبر پھیل گئی کہ مؤذنِ رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ آ گئے ہیں۔ مدینہ طیبہ کے بوڑھے، جوان، مرد، عورتیں اور بچے اکٹھے ہو کر عرض کرنے لگے کہ بلال! ایک دفعہ وہ اذان سنا دو جو محبوبِ خدا ﷺ کے زمانے میں سناتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں معذرت خواہ ہوں کیونکہ میں جب اذان پڑھتا تھا تو **أشهد أن محمداً رسول الله** کہتے وقت آپ ﷺ کی زیارت سے

---

(۱) ردِ شمس کے معجزۂ مصطفیٰ ﷺ کے تفصیلی مطالعہ کیلئے راقم کی کتاب سیرت الرسول ﷺ (جلد نہم، معجزات) ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۳۰۸

مشرف ہوتا اور آپ ﷺ کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا تھا۔ اب یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے کیسے دیکھوں گا؟

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے سفارش کروائی جائے، جب وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کے لیے کہیں گے تو وہ انکار نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

یا بلال! نشتهی نسمع أذانك الذی کنت تؤذن لرسول الله ﷺ فی المسجد۔(۱)

''اے بلال! ہم آج آپ سے وہی اذان سننا چاہتے ہیں جو آپ (ہمارے نانا جان) اللہ کے رسول ﷺ کو اس مسجد میں سناتے تھے۔''

اب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو انکار کا یارا نہ تھا، لہٰذا اسی مقام پر کھڑے ہو کر اذان دی جہاں حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں دیا کرتے تھے۔ بعد کی کیفیات کا حال کتبِ سیر میں یوں بیان ہوا ہے:

فلما قال: الله أکبر، الله أکبر، ارتجَّت المدینة، فلما أن قال: أشهد أن لا إله إلا الله، ازداد رجّتها، فلما قال: أشهد أنّ محمداً رسول الله، خرجت العواتق من خدورهن، و قالوا: بعث رسول الله ﷺ، فما رُئی یوم أکثر باکیا ولا باکیة بالمدینة بعد رسول الله ﷺ، من ذالك الیوم ۔(۲)

''جب آپ رضی اللہ عنہ نے (بآوازِ بلند) اللہ اکبر اللہ اکبر کہا، مدینہ منورہ گونج اٹھا (آپ جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے جذبات میں اضافہ ہوتا چلا گیا)، جب

---

(۱) ۱۔ سبکی، شفاء السقام: ۳۹
۲۔ ہیتمی، الجوہر المنظم: ۲۷

(۲) ۱۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱: ۳۵۸
۲۔ سبکی، شفاء السقام: ۴۰
۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۳۰۸

أشهد أن لا إله إلا اللہ کے کلمات ادا کیے گونج میں مزید اضافہ ہو گیا، جب أشهد أن محمدا رسول اللہ کے کلمات پر پہنچے تو تمام لوگ حتی کہ پردہ نشین خواتین بھی گھروں سے باہر نکل آئیں (رقت و گریہ زاری کا عجیب منظر تھا) لوگوں نے کہا رسول خدا ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد مدینہ منورہ میں اس دن سے زیادہ رونے والے مرد و زن نہیں دیکھے گئے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اذانِ بلال رضی اللہ عنہ کو ترانۂ عشق قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی
نماز اُس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

۹۔ اسیرِ حسنِ مصطفیٰ ﷺ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چچا تھے، ابو عمارہ ان کی کنیت تھی اور وہ عمر میں حضور ﷺ سے دو چار سال بڑے تھے۔ ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے انہیں بھی دودھ پلایا تھا، اس حوالے سے یہ حضور علیہ السلام کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہوئے تو تحریکِ اسلامی کے اراکین کو ایک ولولۂ تازہ عطا ہوا۔ آپ کے مشرف بہ اسلام ہونے کا واقعہ بڑا ہی ایمان افروز ہے جس سے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی حق گوئی، جرأت اور بے باکی کا پتہ چلتا ہے۔

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو داعیٔ اعظم کی حیثیت سے فریضۂ تبلیغ سرانجام دیتے ہوئے چھ سال ہو گئے تھے لیکن کفار و مشرکینِ مکہ کی اکثریت نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ کی دعوتِ حق پر کان نہیں دھرتی تھی بلکہ انہوں نے شہر مکہ کو قریۂ جبر بنا رکھا تھا اور مسلمانوں پر جو اقلیت میں تھے عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا تھا اور خود حضور ﷺ کو نہ صرف دشنام طرازیوں اور طعن و تشنیع کا ہدف بنایا جاتا بلکہ آپ ﷺ کے قتل کے منصوبے تک بنائے جا رہے تھے۔ پورے مکہ کی فضا آپ ﷺ کے خون کی پیاسی تھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ابھی شرفِ اسلام سے محروم تھے۔ وہ شمشیر زنی، تیراندازی اور شکار و تفریح کے مشاغل میں اس قدر مشغول تھے کہ

دعوتِ اسلام پر غور کرنے کی فرصت ہی نہ مل سکی تھی۔

ایک دن حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا کوہِ صفا (یا ایک روایت کے مطابق حجون) کے مقام سے گزر ہوا۔ آپ ﷺ لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلا رہے تھے کہ ابوجہل بھی ادھر آ نکلا۔ حضور ﷺ کو دیکھا تو آپے سے باہر ہوگیا۔ وہ بدبخت اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں ہذیان بکنے لگا، لیکن حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی جبینِ اقدس پر ایک بھی شکن نمودار نہ ہوئی۔ ابوجہل گالیاں بکتا رہا، حروفِ ناروا اُس کی گندی زبان سے کانٹوں کی طرح گرتے رہے۔ اس بدبخت نے آپ ﷺ کو جسمانی اذیت کا نشانہ بھی بنایا لیکن تاجدارِ کائنات ﷺ کے لبِ اقدس پر حرفِ شکوہ تک نہ آیا۔ آپ ﷺ خاموش رہے اور اس کی ہرزہ سرائی و اذیت رسانی پر کمال صبر و تحمل سے کام لیا۔ ایک عورت اپنے گھر میں بیٹھی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شکار سے لوٹے تو اس خاتون سے نہ رہا گیا اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی: کاش آپ تھوڑی دیر پہلے یہاں ہوتے اور اپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ ابوجہل نے آپ کے بھتیجے سے کتنا برا سلوک کیا ہے، انہیں گالیاں دی ہیں اور اُن پر ہاتھ بھی اٹھایا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر طیش میں آ گئے، چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور کہنے لگے: ابوجہل کی یہ جرأت کہ اُس نے میرے بھتیجے محمد (ﷺ) پر ہاتھ اٹھایا ہے، تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے خانہ کعبہ میں پہنچے، ابوجہل کو دیکھا کہ کفار و مشرکین کی ایک مجلس میں بیٹھا لاف زنی کر رہا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے دشمن ابوجہل کو دیکھ کر آگ بگولہ ہو گئے اور اس کی دریدہ دہنی اور شرارت کی سزا دینے کے لئے اپنی کمان اس کے سر پر دے ماری، جس سے اُس بدبخت شاتمِ رسول کا سر پھٹ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے آڑے ہاتھوں لیا اور کہا: ابوجہل! تیری یہ ہمت کہ میرے بھتیجے محمد (ﷺ) کو گالی دے اور ان سے بدسلوکی کرے۔ اس کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا باطن نورِ ایمان سے روشن ہو گیا اور ان کے مقدر کا ستارا اوجِ ثریا پر چمکنے لگا، اور محبتِ رسول ﷺ آنکھوں میں غیرتِ ایمانی کا چراغ بن کر جل اٹھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ابوجہل سے کہنے لگے:

أتشتمه وأنا على دينه أقول ما يقول؟ فرد ذلك على إن

استطعت۔(۱)

”کیا تو (میرے بھتیجے) محمد (ﷺ) کو گالیاں دیتا ہے؟ میں (بھی اُن کے دین پر ہوں اور) وہی کہتا ہوں جو وہ فرماتے ہیں، میرا راستہ روک سکتے ہو تو روک کر دیکھو۔“

اور پھر چشمِ فلک نے وہ منظر بھی دیکھا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہونے کے لئے آ رہے تھے تو اصحابِ رسول کو تردد ہوا لیکن جان نثارِ مصطفی ﷺ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پورے اعتماد سے گویا ہوئے کوئی بات نہیں، عمر آتا ہے تو اُسے آنے دو، اگر نیک ارادے سے آیا ہے تو ٹھیک اور اگر برے ارادے سے آیا ہے تو اس کی تلوار ہی سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔

۱۰۔ سیدنا ابوہریرہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی کیفیتِ اضطراب

یوں تو دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کی آرزو اور تمنا ہر صحابی رسول کے دل میں اس طرح بسی ہوئی تھی کہ اُن کی زندگی کا کوئی لمحہ اس سے خالی نہیں تھا۔ آپ ﷺ کی زیارت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکون کی دولت نصیب ہوتی اور معرفتِ الٰہی کے دریچے ان پر روشن ہو جاتے۔ اُن کے دل کی دھڑکن میں زیارتِ مصطفیٰ ﷺ کی خواہش اس درجہ سما گئی تھی کہ اگر کچھ عرصہ کے لئے آپ ﷺ کا دیدار میسر نہ آتا تو وہ بے قرار ہو جاتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر جو کیفیت گزرتی تھی اس کے بارے میں وہ خود روایت کرتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ نبوی میں عرض گزاری:

إنی إذا رأیتك طابت نفسی و قرت عینی، فأنبئنی عن کل شئ،

---

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲:۱۲۹
۲۔ طبری، التاریخ، ۱:۵۴۹
۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱:۴۷۷
۴۔ طبری، ذخائر العقبیٰ، ۱:۱۷۳

قال ﷺ: کل خلق الله من الماء۔(۱)

’’جب میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں (تو تمام غم بھول جاتا ہوں اور) دل خوشی سے جھوم اٹھتا ہے اور آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں، پس مجھے تمام اشیاء (کائنات کی تخلیق) کے بارے میں آگاہ فرمایئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر شے کی تخلیق پانی سے کی ہے۔‘‘

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو بھی آقا و مولا کی ایک لمحہ کی جدائی گوارا نہ تھی، اگر حضور ﷺ تھوڑی دیر کے لئے نظروں سے اوجھل ہوتے تو بے چین ہو جاتے اور آپ ﷺ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے۔

ایک دن حضور رحمتِ عالم ﷺ اپنے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی محفل میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ان کے درمیان سے اٹھ کر کہیں تشریف لے گئے، واپسی میں ذرا تاخیر ہوگئی تو غلامانِ مصطفیٰ کے چہرے مرجھا گئے، وہ پریشان ہوئے کہ کسی نے حضور ﷺ کو نقصان نہ پہنچا دیا ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دوسروں کی نسبت زیادہ مضطرب تھے۔ جب انتظار کی گھڑیاں طویل ہوگئیں تو وہ سب تلاشِ مصطفیٰ ﷺ میں نکل پڑے۔ چلتے چلتے ایک باغ تک جا پہنچے، کوشش کے باوجود باغ کا دروازہ کہیں نظر نہ آیا، ایک چھوٹی سی نالی باغ میں داخل ہو رہی تھی۔ باقی تو باہر ٹھہر گئے لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سمٹتے سمٹاتے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے، وہاں حضور سرورِ کونین ﷺ کو دیکھ کر جان میں جان آئی۔ حضور ﷺ نے

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۲۳
۲۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۷۶، رقم: ۷۲۷۸
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۲۹۹، رقم: ۲۵۵۹
۴۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱: ۱۶۸، رقم: ۶۴۱
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵: ۱۶
۶۔ ابن راہویہ، المسند، ۱: ۸۴، رقم: ۱۳۳
۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۳: ۶۳، رقم: ۲۶۷۶
۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۲۵۲، رقم: ۸۰۵۱

انہیں اچانک اپنے درمیان پا کر پوچھا: ''ابوہریرہ! تم ...... یہاں؟'' جی آقا! غلام حاضر ہے۔ ''کیا بات ہے؟'' حضور ﷺ نے حیران ہو کر پوچھا۔ وہ عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ ہمارے درمیان سے اٹھ آئے تھے، واپسی میں دیر ہوگئی تو ہمیں اضطراب نے آ گھیرا، چنانچہ ہم آپ ﷺ کی تلاش میں نکل پڑے اور چونکہ باغ میں داخل ہونے کا کوئی دروازہ نہ تھا اس لئے میں ایک نالی کے ذریعہ سمٹ سمٹا کر باغ کے اندر آیا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دوسرے جاں نثار بھی میرے پیچھے تھے اور وہ باہر کھڑے ہیں۔(۱)

۱۱۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا ایک ایمان افروز واقعہ

غزوۂ تبوک حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا آخری معرکہ تھا جس میں آپ ﷺ نے بنفسِ نفیس شرکت فرمائی۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ بعض جنگی حکمتِ عملیوں اور مصلحتوں کے پیشِ نظر کسی غزوۂ پر روانہ ہونے سے پہلے اپنے عزائم عام لوگوں سے خفیہ رکھا کرتے تھے لیکن غزوہ تبوک ایسا پہلا موقع تھا جب آپ ﷺ نے اعلانیہ طور پر مسلمانوں کو بھرپور جنگی تیاریوں کا حکم دیا حتی کہ نومسلموں کے لئے بھی اس مہم میں حصہ لینا لازمی قرار دے دیا۔

جب جہاد کے لئے لشکرِ اسلام کی تیاری کا اعلانِ عام ہوا۔ اُن دنوں جزیرہ نمائے عرب شدید گرمی کی لپیٹ میں آیا ہوا تھا۔ فصلِ خرما پک چکی تھی، تمازتِ آفتاب کا وہ عالم تھا کہ ہر ذی روح کو سائے کی تلاش تھی۔ اس سے قبل کافی عرصے سے قحط سالی

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۶۰، کتاب الایمان، رقم: ۳۱
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۰: ۴۰۹، رقم: ۴۵۴۳
۳۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۲۱، رقم: ۱۷
۴۔ ابن مندہ، الایمان، ۱: ۲۲۶، رقم: ۸۸
۵۔ ابونعیم، المسند المخرج علی صحیح الامام مسلم، ۱: ۱۲۵، رقم: ۱۴۱

کے باعث مسلمان انتہائی عسرت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ باربرداری اور سواری کے جانوروں کی شدید قلت تھی، سفر طویل تھا اور وسائل کا فقدان ایک پریشان کن مسئلہ تھا۔ اس پر مستزاد اسلام دشمن منافقین نے اس نازک صورتحال سے فائدہ اٹھانے کے لئے لشکرِ اسلام میں وسوسے اور پھوٹ ڈالنے کی کوششیں تیز کر دی تھیں۔ کبھی وہ مسلمانوں کو موسم کی شدت سے ڈراتے، کبھی بے آب و گیاہ صحرائی سفر کی صعوبتوں کا ذکر کر کے ان کے پائے استقلال کو ڈگمگانے کی سعی کرتے اور کبھی رومیوں کی فوجی قوت کو بڑھا چڑھا کر اُن کے حربی اسلحہ اور ساز و سامان سے مسلمانوں کے حوصلے (morale) پست کرنے کا جتن کرتے، الغرض مختلف نفسیاتی حربے بروئے کار لائے جا رہے تھے۔ اس عالم میں جہاد کا اعلان مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑا امتحان اور چیلنج تھا مگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جو اپنے محبوب ﷺ کی اطاعت و اتباع میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کے جذبے سے سرشار تھے وہ کب ان سازشیوں کو خاطر میں لاتے۔ انہوں نے کسی مصلحت اور اندیشۂ دور و دراز کو اپنے پاؤں کی زنجیر نہیں بننے دیا اور بغیر کسی تاخیر کے اپنے آقا و مولا ﷺ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپ ﷺ کی قیادت میں ہر پیر و جوان سر پر کفن باندھ کر تبوک کے طویل سفر پر روانہ ہو گیا۔ لیکن تین مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محض سستی اور غفلت کی وجہ سے پیچھے رہ گئے، اس واقعہ کی تفصیلات اہلِ سیر اور ائمہ تفسیر نے خود حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی زبانی بیان کی ہیں۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے دوسرے دو ساتھی جو غزوۂ تبوک میں اسلامی لشکر کے ساتھ نہ جا سکے حضرت مرارۃ بن الربیع اور حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہما تھے۔

حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کا شمار صاحبِ ثروت لوگوں میں ہوتا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ سواری کے لئے ایک اونٹ خریدوں گا اور حضور ﷺ کے ساتھ لشکر میں شامل ہو جاؤں گا۔ مرارہ بن الربیع رضی اللہ عنہ کا بھی یہی ارادہ تھا۔ وہ بھی اونٹ خرید کر لشکرِ اسلام میں شامل ہونا چاہتے تھے۔ دونوں حضرات اسی شش و پنج میں تھے کہ آج چلتے ہیں کل چلتے ہیں، جب زیادہ دن گزر گئے تو یہ سوچ غالب آ گئی کہ اب تو روانگی میں غیر معمولی تاخیر ہو چکی ہے، ممکن ہے وہ اسلامی لشکر میں شامل ہی نہ ہو سکیں، اسی ادھیڑ بن میں سفرِ جہاد پر روانہ نہ

ہو سکے۔ جب مدینہ میں گھر سے باہر نکلتے تو سوائے ضعیفوں اور منافقین کے انہیں کوئی نظر نہ آتا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہوا اور وہ لشکرِ اسلام میں شمولیت کی سعادت سے محروم رہ گئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب تبوک سے حضور ﷺ کی واپسی کی خبر ملی تو ندامت و شرمندگی کے مارے ہم میں سے ہر ایک کو یہی خیال ہر وقت دامن گیر رہنے لگا کہ حضور ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ وہ کبھی اپنے اہلِ خانہ سے مشورہ طلب کرتے کہ سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائیں تو مجھے کیا کرنا چاہئے، کبھی ذہن میں یہ خیال ابھرتا کہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنالوں گا۔ پھر ہم میں سے ہر ایک نے یہ فیصلہ کرلیا کہ نتائج خواہ کچھ بھی ہوں حضور ﷺ کی بارگاہ میں سچ کے سوا کچھ نہیں کہیں گے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ دلوں کے پوشیدہ اَحوال نورِ نبوت سے جان لیتے ہیں، ان سے کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی۔

تبوک سے واپسی پر جب حضور نبیٔ اکرم ﷺ مسجد میں ٹھہرے تو وہاں پیچھے رہ جانے والے لوگ بھی اکٹھے ہوگئے، جن کی تعداد راویانِ حدیث نے اسّی پچاسی کے لگ بھگ بیان کی ہے۔ ان میں ہر کوئی قسمیں کھا کھا کر کوئی نہ کوئی عذر پیش کر رہا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کی ظاہری قسموں پر اعتبار کر کے درگزر سے کام لیا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میری باری آئی تو حضور ﷺ نے معنی خیز تبسم فرمایا، جس سے ناگواری اور ناراضگی جھلک رہی تھی۔ سید المرسلین ﷺ نے پوچھا: تمہیں کس بات نے پیچھے رکھا، کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میرا معاملہ کسی دنیا دار سے ہوتا تو میں بھی کوئی بہانہ بنا کر چھوٹ جاتا لیکن میرا معاملہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہے لہٰذا سچ سچ بیان کروں گا۔ آقا! سچی بات یہ ہے کہ میں آسودہ حال تھا کوئی عذر اور بہانہ نہیں بس غفلت کا شکار ہوگیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تو نے سچ کہا، اس لئے اب انتظار کر یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تیرے بارے میں کوئی فیصلہ کردے۔ فرماتے ہیں: میں محفل سے اٹھا تو بنی مسلمہ کے چند آدمی اٹھ کر میرے ساتھ باہر آئے اور مجھے ملامت

کرنے لگے، حتیٰ کہ میں نے سوچا کہ واپس جا کر اپنا بیان بدل دوں کہ مجھے حضرت معاذ بن سہیل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نظر آئے۔ انہوں نے میری ہمت بندھائی کہ سچ پر قائم رہو، اللہ تمہارے لئے کشادگی کی کوئی نہ کوئی راہ پیدا کردے گا۔ اِسی طرح حضرت ہلال بن اُمیہ رضی اللہ عنہ اور مرارہ بن الربیع رضی اللہ عنہ کا یہی معاملہ رہا۔

یہ تینوں مخلصین کڑی آزمائش میں ڈالے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے سماجی مقاطعہ (social boycott) کا حکم صادر فرمایا تو نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ لوگوں نے ان سے بات چیت تک کرنا چھوڑ دی۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''سماجی مقاطعہ کے نتیجہ میں لوگ ہم سے اجتناب کرنے لگے۔ دوسرے دو ساتھی تو شرم کے مارے گھروں سے باہر نہ نکلے۔ میں ہمت کر کے بازار میں جاتا، مسجد میں نماز پڑھتا، لوگوں کو سلام کہتا لیکن کوئی جواب نہ دیتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرتا تو وہ منہ پھیر لیتے۔ جب میں نماز میں متوجہ ہوجاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے دیکھتے لیکن جب میں دیکھتا تو اعراض فرماتے۔ ایک دن میں اپنے چچازاد اور بچپن کے دوست ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی دیوار پر چڑھ کر بڑے رنج اور کرب سے کہنے لگا کہ تم میرے سلام کا جواب کیوں نہیں دیتے، تم تو مجھے بچپن سے جانتے ہو، میں منافق نہیں، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔ میں نے یہ جملہ تین بار دہرایا تو اُس نے صرف اتنا کہا کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ یہ جواب سن کر میری آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے اور بوجھل دل کے ساتھ واپس لوٹ آیا۔

یہ تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم توفیقِ ایزدی سے اس کڑی آزمائش اور امتحان کے کڑے مرحلے سے گزرے لیکن زبان سے اُف تک نہ کی۔ جب اس سوشل بائیکاٹ کے پہاڑ جیسے چالیس دن گزر گئے تو بارگاہِ نبوی سے حکم صادر ہوا کہ اپنی بیویوں سے بھی علیٰحدہ ہوجاؤ۔ یہ بڑا نازک مرحلہ تھا۔ جذباتی سطح پر ایک طوفان کھڑا ہوسکتا تھا لیکن ایک لمحہ کا توقف کئے بغیر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے سرِ تسلیم خم کردیا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا: کیا طلاق دے دوں؟ بتایا گیا کہ نہیں صرف وقتی طور پر علیحدگی اختیار کرلو۔ یہ حکم ملتے ہی میں

نے اپنی بیوی کو اس کے میکے بھیج دیا۔ ادھر حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے رو رو کر اپنا برا حال کر رکھا تھا۔ ان کی زوجہ محترمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہوئیں، عرض کیا: یا رسول اللہ! ہلال رضی اللہ عنہ بڑی عمر کے ہیں، رو رو کر ہلکان ہوئے جا رہے ہیں، جب سے سماجی مقاطعہ ہوا ہے فرطِ غم سے کھانا پینا بھی چھوڑ دیا ہے، کسی وقت چند لقمے لے لیتے ہیں، دن کو روزہ رکھتے ہیں، ساری ساری رات نوافل ادا کرتے اور توبہ و استغفار کرتے گزارتے ہیں، ڈر ہے کہیں وہ ہلاک نہ ہو جائیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کوئی خادم بھی نہیں کہ ان کی دیکھ بھال کر سکے، اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں حسبِ سابق ان کی خدمت بجا لاتی رہوں؟ کتبِ سیر و احادیث میں ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو بھی کسی نے مشورہ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بیوی کو اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت لے لیں۔ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں یہ عرض کرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ نجانے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا جواب ارشاد فرمائیں، میں یہ سوال کرنے کی جرات نہیں رکھتا۔ اسی کشمکش میں پچاس دن گزر گئے۔

ان صبر آزما لمحات میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ پر ایک ایسی مصیبت اور آزمائش کا مرحلہ آیا جس نے ان کے دن کے سکون اور رات کے آرام کو غارت کر دیا۔ وہ فرماتے ہیں: ’’میں ایک روز مدینہ کے بازار میں گھوم رہا تھا کہ ایک شامی کسان جو مدینہ میں غلہ فروخت کرنے آیا کرتا تھا، وہ میرے بارے میں لوگوں سے پوچھتا پھر رہا تھا کسی نے اشارے سے میرا پتہ بتا دیا تو وہ میرے پاس آ گیا۔ اس نے مجھے شاہِ غسان کا ریشمی غلاف میں ملفوف ایک خط دیا۔ اس میں جو کچھ لکھا تھا وہ اس طرح تھا:

أما بعد! فإنه قد بلغني أن صاحبك قد جفاك ولم يجعلك الله بدار هوان ولا مضيعة، فالحق بنا نواسك ۔(۱)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۶۰۶، کتاب المغازی، رقم: ۴۱۵۶
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۱۲۵، کتاب التوبة، رقم: ۲۷۶۹
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۵۸

←

”اما بعد! مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ تیرا صاحب (مراد حضور نبی اکرم ﷺ) تجھ سے ناراض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلت و رسوائی اور ضائع ہونے کے لئے پیدا نہیں کیا۔ ہمارے پاس چلے آؤ ہم تم سے بہتر سلوک کریں گے۔“

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شاہی مکتوب پڑھنے کے بعد میں نے اپنے آپ سے کہا: یہ پہلے سے بھی زیادہ کڑی آزمائش ہے، (افسوس کہ) میرے ایمان پر حملہ کرنے کے لئے ایک مشرک بادشاہ بھی مجھ پر ڈورے ڈالنے لگا ہے۔ میں نے اس کا خط پھاڑ کر تنور میں پھینک دیا (اور اس کی مذموم پیشکش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا)۔

ان مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آزمائش کا مرحلہ پچاس دنوں کے بعد مکمل ہوا، اللہ رب العزت نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور اس کا اعلان بذریعہ وحی فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بشارت دی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں مبارک باد دینے کے لیے ان کے گرد جمع ہوگئے کہ وہ ہر کڑے امتحان میں سرخرو نکلے تھے۔ اللہ رب العزت نے قرآن

.... ۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۸: ۱۶۰، رقم: ۳۳۷۰

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۳۵

۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۴۲۴، رقم: ۳۷۰۰۷

۷۔ عبد الرزاق، المصنف، ۵: ۴۰۳، رقم: ۹۷۴۴

۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۹: ۴۵، رقم: ۹۰

۹۔ طبری، تفسیر، ۱۱: ۶۰

۱۰۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۵: ۲۱۸

۱۱۔ ابن کثیر، السیرۃ النبویہ، ۳: ۴۵

۱۲۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۳: ۵۵۴

۱۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۱۲۵

۱۴۔ ابن عبد البر، الدرر، ۱: ۲۴۵

۱۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵: ۲۵

میں اِرشاد فرمایا:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○(۱)

’’یقیناً اللہ نے نبی (معظم) پر رحمت سے توجہ فرمائی اور ان مہاجرین اور انصار پر (بھی) جنہوں نے (غزوہ تبوک کی) مشکل گھڑی میں (بھی) آپ کی پیروی کی اس (صورت حال) کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل پھر جاتے، پھر وہ ان پر لطف و رحمت سے متوجہ ہوا، بیشک وہ ان پر نہایت شفیق، نہایت مہربان ہے○ اور ان تین شخصوں پر (بھی نظر رحمت فرمادی) جن (کے فیصلہ) کو موخر کیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود کشادگی کے ان پر تنگ ہوگئی اور (خود) ان کی جانیں (بھی) ان پر دوبھر ہوگئیں اور انہیں یقین ہوگیا کہ اللہ (کے عذاب) سے پناہ کا کوئی ٹھکانہ نہیں بجز اس کی طرف (رجوع کے) تب اللہ ان پر لطف و کرم سے مائل ہوا تاکہ وہ (بھی) توبہ و رجوع پر قائم رہیں، بے شک اللہ بڑا توبہ قبول فرمانے والا، نہایت مہربان ہے○‘‘

ایمان کی پختگی اور استقامت کا یہ واقعہ دراصل ان عاشقانِ زار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا جو حقیقتاً حسنِ مصطفیٰ ﷺ کے اسیر تھے، وہ تو اپنے آقا و مولا کو چھوڑ کر کسی اور کے در کی دریوزہ گری کا تصور بھی نہ کرسکتے تھے۔ انہوں نے اپنے محبوب اور اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی طرف سے دی گئی ہر کڑی سے کڑی آزمائش کو نہ صرف خندہ پیشانی سے قبول کیا

---

(۱) القرآن، التوبہ، ۹: ۱۱۷، ۱۱۸

بلکہ امتحان کی بھٹی سے کندن بن کر نکلے۔ اسلام دشمن صاحبانِ اقتدار و اختیار نے تو ایسے موقعوں پر بھی اُن کے قصرِ ایمان میں نقب لگانے کی اپنی سی کوشش کی مگر وہ کسی لالچ اور دُنیوی مفاد کو خاطر میں نہ لائے، اس لئے کہ وہ تو حسنِ مصطفیٰ کے اسیر تھے اور دنیا کی کوئی طاقت کسی قیمت پر ان کی وفاداری کا سودا نہیں کرسکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بڑی سے بڑی پیشکش کو بھی انہوں نے پائے اِستحقار سے ٹھکرادیا اور اپنے محبوب ﷺ کی ناراضی پر کسی پرکشش مادی منفعت کو بھی ترجیح نہ دی اور ہر نئی بلا اور مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔

۱۲۔ حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کا فقید المثال جذبۂ حبّ رسول ﷺ

غزوۂ تبوک کے موقع پر مسلمان اپنے محبوب نبی ﷺ کے اعلانِ جہاد کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اطاعت و اتباع اور ایثار و بے نفسی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ وہ اپنی جان کی پروا کر رہے تھے اور نہ انہیں مال و دولت اور اہل و عیال کی محبت مرغوب تھی۔ ایسے میں بعض مخلص اور سچے اہلِ ایمان بھی بوجوہ پیچھے رہ گئے لیکن جب انہیں محبوبِ خدا ﷺ یاد آئے اور ان کی چشمِ تصور میں اللہ کے پیارے نبی ﷺ کا حسنِ بے مثال منور و تاباں ہوا تو وہ دنیا کی تمام آسائشوں اور مرغوبات کو ٹھکراتے ہوئے سیدھے آقا ﷺ کے قدموں میں آ گرے۔ ایسے عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ میں سے ایک جاں نثار صحابی حضرت ابوخیثمہ مالک بن قیس رضی اللہ عنہ کا نام بھی آتا ہے۔ وہ بھی بوجوہ بروقت لشکرِ اسلام کے ساتھ روانہ نہ ہوسکے تھے لیکن احساسِ ندامت نے انہیں جلدی رختِ سفر باندھنے پر مجبور کردیا اور وہ سیدھے جاکر حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں قدم بوسی کے لئے حاضر ہوگئے۔ ان کی روانگی کا واقعہ بڑا ہی ایمان افروز اور حبِ رسول ﷺ کا آئینہ دار ہے۔ اہلِ سیر لکھتے ہیں کہ ان کی دو بیویاں تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بڑے حسن و جمال سے نوازا تھا۔ جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے غزوۂ تبوک کے موقع پر خطۂ عرب شدید قحط کی زد میں تھا اور اوپر سے سورج بھی آگ برسا رہا تھا۔ انہی ایام میں جب مجاہدینِ اسلام تبوک کی طرف روانہ ہونے کو تھے حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ اپنے کھجوروں کے باغ میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کی دونوں بیویوں نے باغ کے اندر اپنے سائبانوں کو خوب اچھی طرح

آراستہ پیراستہ کر کے اور پانی کے چھڑکاؤ سے خوب ٹھنڈا کر رکھا تھا۔ شدید گرمی کے اس موسم میں جب ہر ذی روح **العطش العطش** پکار رہا تھا ٹھنڈے پانی کا بھی وافر بندوبست تھا۔

علاوہ ازیں دونوں بیگمات خوب بن سنور کر ان کے لئے سراپا انتظار تھیں۔ انہوں نے اپنے شوہر نامدار کے لئے کھانا بھی تیار کر رکھا تھا اور دونوں کی یہی خواہش تھی کہ وہ پہلے اس کے خیمے میں آئیں۔ جب حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ باغ کے اندر آئے تو دروازے پر کھڑے ہوکر دونوں بیویوں کے بناؤ سنگھار کو دیکھا، ان کے خیموں کا خوب جائزہ لیا جنہیں انہوں نے بلا کی گرمی میں بے حد آرام دہ اور ٹھنڈا بنا رکھا تھا۔اس موقع پر حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کے عشق کا امتحان ہوا، لیکن انہوں نے اس ظاہری اور عارضی آرام اور عیش وعشرت پر اس دائمی و ابدی آرام کو ترجیح دی جو بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان کا منتظر تھا۔ اہلِ سیر لکھتے ہیں کہ اس موقع پر انہوں نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الضح والرّیح والحر، وأبو حیثمة فی ظل بارد و طعام مهیّا، و امرأة حسناء فی ماله مقیم، ما هذا بالنصف! ثم قال: والله! لا أدخل عریس واحدة منکما حتی الحق برسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فهیّأ لی زاداً، ففعلتا(۱)

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو دھوپ، آندھی اور گرمی میں سفر پر ہوں اور ابوخیثمہ یہاں ٹھنڈے سائے، تیار کھانے اور خوبرو حسین وجمیل بیویوں کے ہمراہ اپنے مال و

---

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۵: ۲۰۰
۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵: ۷
۳۔ ابن کثیر، السیرۃ النبویہ، ۴: ۱۳
۴۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۳: ۵۳۰
۵۔ ابن عبد البر، الاستیعاب، ۴: ۱۶۴۲
۶۔ ابوعبداللہ الدورقی، مسند سعد بن ابی وقاص، ۱: ۱۴۰، رقم: ۸۰

متاع میں محوِ استراحت ہو، یہ قرینِ انصاف نہیں۔ پھر (اپنی بیویوں کو مخاطب کر کے) فرمایا: خدا کی قسم! میں تم دونوں میں سے کسی ایک کے بھی سائبان میں داخل نہیں ہوں گا یہاں تک کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جاملوں، لہٰذا تم دونوں فوراً میرے لئے زادِراہ کا انتظام کرو، چنانچہ دونوں بیویوں نے ان کے لئے زادِ راہ تیار کیا۔''

لشکرِ اسلام سوئے تبوک روانہ ہوچکا تھا۔ چنانچہ بلاتاخیر حضرت ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ بلاتاخیر رسول اللہ ﷺ کی تلاش و جستجو میں روانہ ہوگئے، یہاں تک کہ تبوک پہنچ کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کو اپنا سارا ماجرا کہہ سنایا، جسے سن کر حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اور ان کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ یوں یہ عاشقِ صادق اور اسیرِ حسن مصطفیٰ ﷺ اپنے محبوب ﷺ کے جلووں سے فیض یاب ہوا۔

۱۳۔ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کشتۂ عشق رسول ﷺ

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کا شمار سابقین اولین میں ہوتا ہے۔ آپ مشرک اور اسلام دشمن عورت اُم اَنمار بنت سباع الخزعیہ کے غلام تھے۔ جب اسے پتہ چلا کہ شمعِ ایمان آپ کے سینے میں روشن ہوچکی ہے اور وہ چوری چھپے حضور نبیٔ اکرم ﷺ سے ملتے رہتے ہیں تو اس نے اس نور کو بجھانے کے لئے ظلم و بربریت کی حد کر دی۔ وہ آپ کے سر کو لوہا تپا کر داغتی لیکن اسے کیا خبر تھی کہ جو ایک دفعہ محبوب کی زلفوں کا اسیر ہو جائے وہ ایسی سزاؤں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ کسی نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی حالتِ زار کی خبر حضور ﷺ کو کر دی تو آپ ﷺ نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ان کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمایا:

اللھم! انصر خباباً۔(۱)

''اے اللہ! خباب کی مدد فرما!''

---

(۱) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۸۲

ہمہ وقت مستجاب الدعوات نبی ﷺ کی اس دعا کا فوری اثر یہ ہوا کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی مالکہ اُم انمار کو سر میں شدید درد کے دورے پڑنے شروع ہوگئے اور اس کی یہ حالت ہوگئی کہ وہ شدت درد سے کتے کی طرح بھونکتی تھی۔ کسی نے اسے مشورہ دیا کہ اس میں کمی کے لیے سر کو داغنا کارگر ہوگا۔ اس مشورہ پر عمل کرنے کے لئے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو اس کام پر مامور کیا گیا اور وہ اس کو لوہے کی گرم سلاخ سے داغتے رہے۔

اس کشتۂ وفا کو دامنِ مصطفےٰ ﷺ سے وابستہ ہونے سے روکنے کے لئے طرح طرح کے حربے آزمائے جاتے رہے لیکن ان کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔ انہیں شدت کی گرمی میں لوہے کی ذرہ پہنا کر دھوپ میں پھینک دیا جاتا اور کبھی برہنہ بدن جھلستی ہوئی ریت پر چت لٹا دیا جاتا، جس سے ان کی کمر کا گوشت تمازتِ آفتاب سے جھلس کر رہ جاتا مگر ایمان کی قندیل جو حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے دل میں فروزاں تھی اس کی لَو ذرا مدھم نہ ہوئی۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ پیشہ کے اعتبار سے لوہار تھے۔ ایک دفعہ عاص بن وائل نامی مشرک نے ان سے لوہے کا کام عاریتاً کرایا لیکن جب انہوں نے طے شدہ رقم ادا کرنے کا مطالبہ کیا تو عاص بن وائل نے نہایت ڈھٹائی سے یہ کہہ کر کچھ رقم کرنے سے انکار کر دیا کہ میں اس وقت تک واجب الادا رقم نہیں دوں گا جب تک تم محمد (ﷺ) پر ایمان لانے سے انکار نہیں کر دیتے۔ اگر تم منحرف ہوگئے تو تمہیں تمہارا واجب الادا قرض لوٹا دوں گا ورنہ نہیں۔ اس پر اس پیکرِ وفا نے یہ کہہ کر اس کافر کا منہ بند کر دیا:

إنی لن أکفر بمحمدٍ ﷺ حتی تموت ثم تبعث(۱)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۷۶۱، کتاب التفسیر، رقم: ۴۴۵۵
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۱۵۳، کتاب صفات المنافقین واحکامھم، رقم: ۲۷۹۵
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۳۱۸، ابواب التفسیر، رقم: ۳۱۶۲
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۱۰
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۱: ۲۴۳، رقم: ۴۸۸۵

←

’’میں ہرگز ہرگز حبیبِ خدا حضرت محمد ﷺ کا انکار نہیں کروں گا حتی کہ تو مر کر دوبارہ زندہ کیا جائے۔‘‘

اس پر وہ لعین بولا کہ جب میں دوبارہ اپنے مال و اولاد کے ساتھ زندہ ہو کر آؤں گا تو تجھے تیرا ادھار ادا کردوں گا۔ اس کی کفر آمیز گفتگو کی مذمت میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں:

اَفَرَاَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًاO اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًاO كَلَّا ط سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَ نَمُدُّلَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّاO وَّ نَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَ يَاْتِيْنَا فَرْدًاO (۱)

’’کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور کہنے لگا کہ مجھے (قیامت کے روز بھی اسی طرح) مال و اولاد ضرور دیئے جائیں گےO وہ غیب پر مطلع ہے یا اُس نے (خدائے) رحمٰن سے (کوئی) عہد لے رکھا ہےO ہرگز ہرگز نہیں! اب ہم وہ سب کچھ لکھتے رہیں گے جو وہ کہتا ہے اور

.........۶۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۳: ۳۶۴، رقم: ۱۱۳۲۲

۷۔ شاشی، المسند، ۲: ۴۰۹، رقم: ۱۰۰۶

۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۶۹، رقم: ۳۶۶۵

۹۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۲۳۸، رقم: ۱۶۲۵

۱۰۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۱: ۱۴۵

۱۱۔ طبری، جامع البیان، ۱۶: ۱۲۰

۱۲۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۱۳۶

۱۳۔ بغوی، معالم التنزیل، ۳: ۲۰۸

۱۴۔ آلوسی، روح المعانی، ۱۶: ۱۲۹

۱۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۱۶۴

۱۶۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳: ۵۹

(۱) القرآن، مریم، ۱۹: ۷۷۔۸۰

اس کے لئے عذاب (پر عذاب) خوب بڑھاتے چلے جائیں گے○ اور (مرنے کے بعد) جو یہ کہہ رہا ہے اس کے ہم ہی وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا (اس کے مال و اولاد ساتھ نہ ہوں گے)○‘‘

ائمہ حدیث اور مفسرین نے ان آیات قرآنیہ کے شان نزول میں محولہ بالا واقعہ درج کیا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی اس وفاداری بشرطِ اُستواری کے باعث ان سے بہ دل و جاں محبت کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے آپ کو اپنی مسند پر بٹھانے کا اعزاز بخشا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کفار کے ہاتھوں پہنچنے والی اذیت کی تفصیل دریافت کی تو انہوں نے اپنی کمر سے قمیص ہٹا کر امیر المؤمنین کو وہ داغ اور نشانات دکھائے جو اس ظلم و تشدد کا نتیجہ تھے۔ خلیفۃ المسلمین نے ان کی کمر دیکھ کر فرمایا:

ما رأیت کالیوم ظهر رجل۔

’’میں نے تو آج تک کسی کی ایسی کمر نہیں دیکھی۔‘‘

اس کے جواب میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے یہ تفصیل آپ رضی اللہ عنہ کے گوش گذار کی:

لقد أوقدت ناراً و سحبت علیها، فما أطفأها إلا ودك ظهري۔(۱)

’’مجھے آگ کے انگاروں پر ڈال کر گھسیٹا جاتا تھا حتی کہ میری کمر کی چربی (اور

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۱۶۴، ۱۶۵

۲۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۱: ۱۴۴

۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۸۳

۴۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۲: ۴۳۹، رقم: ۶۲۸

۵۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۲: ۱۴۷۔ ۱۴۹

خون) سے وہ آگ بجھتی تھی۔‘‘

یہ حسنِ مصطفیٰ ﷺ کی کشش اور دلآویزی تھی کہ جو ایک دفعہ آپ ﷺ کی زلفِ گرہ گیر کا اسیر ہو جاتا پھر خواہ اس کا جسم پرزے پرزے کیوں نہ کر دیا جاتا تو اسے کوئی پروا نہ ہوتی، عشق کا نشہ ایسا نہیں تھا کہ جسے کوئی ترشی اتار سکتی۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے ۳۷ھ میں وفات پائی اور کوفہ میں دفن ہوئے۔ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان کی قبر سے گزر ہوا تو انہوں نے اس عاشقِ زار کی شان میں ارشاد فرمایا:

رحم اللہ خباباً، أسلم راغباً، و ھاجر طائعاً، و عاش مجاھداً، و ابتلی فی جسمہ۔(۱)

’’اللہ تعالیٰ حضرت خباب پر رحم فرمائے، اپنی خوشی سے اسلام لائے اور خوشی سے ہجرت کی اور جہاد میں زندگی گزار دی اور (رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے پر کفار و مشرکین کی طرف سے) جسمانی اذیتیں برداشت کیں۔‘‘

۱۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا جذبۂ عشقِ رسول ﷺ

اسیرانِ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ میں خادمِ رسالت مآب حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی صفِ اوّل میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آنکھ کھولی تو گھر کی فضا کو اللہ اور اُس کے محبوب رسول ﷺ کے تذکارِ جمیل سے معمور پایا، گھر کا ہر فرد جاں نثارِ مصطفیٰ ﷺ تھا۔ حبِّ

(۱) ۱۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۲۹۹،

۲۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۲: ۲۵۸، رقم: ۲۲۱۲

۳۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۳: ۱۰۸

۴۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۲: ۱۴۹

۵۔ عبد الرحمٰن مبارکپوری، تحفۃ الأحوذی، ۴: ۳۹

رسول ﷺ اُنہیں وراثت میں ملی تھی، دس سال تک حضور ﷺ کی خدمت پر بھی مامور رہے، پیغمبرِانسانیت ﷺ کی سیرت و کردار سے اتنے متأثر ہوئے کہ ہر وقت عشقِ رسول ﷺ کی فضائے کیف و سرور میں گم رہتے۔ جب تاجدارِ کائنات ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ پر بھی قیامت ٹوٹ پڑی۔ جس شفیق ہستی کا ایک لمحہ کے لئے بھی آنکھوں سے اوجھل ہونا دل پر شاق گزرتا تھا، اس عظیم ہستی کی یاد میں آنکھیں اشکبار رہتیں۔ حضور ﷺ کے تبرکات کی زیارت کرتے تو دل کو اطمینان ہوتا۔ ذکرِ نبی ﷺ کی محفل سجاتے، خود بھی تڑپتے اور دوسروں کو بھی تڑپاتے۔

ایک مرتبہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تاجدارِ کائنات حضور رحمتِ عالم ﷺ کا حلیہ مبارک بیان فرما رہے تھے، حضور ﷺ کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمانے لگے:

ولا مَسِسْتُ خزّة ولا حريرَة ألين من كف رسول الله ﷺ، و لا شَمِمْتُ مسكة و لا عبيرة أطيب رائحة من رائحة رسول الله ﷺ۔(۱)

’’اور میں نے آج تک کسی دیبا اور ریشم کو مَس نہیں کیا جو رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور نہ کہیں ایسی خوشبو سونگھی جو رسول اللہ ﷺ کے جسمِ اَطہر کی خوشبو سے بڑھ کر ہو۔‘‘

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اکثر خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوتی۔ مثنیٰ بن سعید روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۹۶، کتاب الصوم، رقم: ۱۸۷۲
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۴، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۰
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۰۷
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۱۱، رقم: ۶۳۰۳
۵۔ دارمی، السنن، ۱: ۴۵، رقم: ۶۱

ما من ليلةٍ إلّا و أنا أرى فيها حبيبى، ثم يبكى(۱)

''(آپ ﷺ کے وصال کے بعد) کوئی ایک رات بھی ایسی نہیں گذری جس میں میں اپنے حبیب ﷺ کی زیارت نہ کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے۔''

۱۵۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی محبتِ رسول ﷺ

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرزندِ ارجمند سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی اسیرانِ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ میں بڑے ادب سے لیا جاتا ہے، آپ بھی اپنے عظیم باپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے محبتِ رسول کا پیکرِ اتم بن گئے تھے:

وكان ابن عمر يتحفظ ما سمع من رسول الله ﷺ و يسأل من حضر إذا غاب عن قوله وفعله وكان يتبع آثاره فى كل مسجد صلى فيه وكان يعترض براحلته فى طريق رأى رسول الله ﷺ عرض ناقته وكان لا يترك الحج وكان إذا وقف بعرفة يقف فى الموقف الذى وقف فيه رسول الله ﷺ۔(۲)

''حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنتے اُسے یاد کرلیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کی غیر موجودگی میں آپ ﷺ کے بارے میں پوچھتے رہتے اور آپ ﷺ کے اقوال و افعال کا پورا ریکارڈ رکھتے۔ اتباعِ سنت میں جس جس جگہ آپ ﷺ نے نمازیں پڑھی ہوتیں وہیں پہ سجدہ ریز ہوتے۔ سفر کیلئے وہ راستے اختیار کرتے جن پر آپ ﷺ نے سفر کیا ہوتا اور ہر سال حج ادا کرتے اور وقوفِ عرفہ کے وقت اس جگہ ٹھہرتے جس جگہ رسول اللہ ﷺ نے

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۷: ۲۰

۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۳: ۴۰۳

(۲) عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۱۸۶

قیام فرمایا ہوتا۔‘‘

کتب احادیث و سیر میں ان کے حوالے سے ایک روایت ہے:

ما ذکر ابن عمر رسول اللہ ﷺ إلا بکی، و لا مرّ علی ربعھم إلا غمض عینیہ(۱)

’’عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما جب بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے رو پڑتے، اور جب بھی آپ ﷺ کے ٹھکانوں پر گذرتے آنکھیں بند کر لیتے۔‘‘

حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ ان کا پاؤں سُن ہوگیا، میں نے تجویز پیش کی:

أذکر أحب الناس إلیک، فقال: یا محمداہ، فانتشرتُ ۔(۲)

’’جو ہستی آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اُس کا نام لیجئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما نے (آقا علیہ السلام کو پکارتے ہوئے) کہا: اے محمد، صلی اللہ علیک وسلم! مدد فرمایئے۔ دوسرے ہی لمحے ان کا پاؤں ٹھیک ہو چکا تھا۔‘‘

۱۶۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی غلامیٔ رسول ﷺ

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے خادم تھے۔ وہ ایک قافلے کے ساتھ

(۱) ۱۔ بیہقی، المدخل الی السنن الکبریٰ، ۱: ۱۴۸، رقم: ۱۱۳
۲۔ عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۱۸۷
۳۔ ابن قیسرانی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۳۸

(۲) ۱۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲: ۱۸
۲۔ بخاری، الأدب المفرد، ۱: ۳۳۵، رقم حدیث: ۹۶۴
۳۔ ابن جعد، المسند، ۱: ۳۶۹، رقم: ۲۵۳۹
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۴: ۱۵۴
۵۔ مناوی، فیض القدیر، ۱: ۳۹۹
۶۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۷: ۱۴۲

اپنے ننھیال جا رہے تھے کہ ایک ناگہانی مصیبت کا شکار ہو گئے۔ بنوقیس نے اُن کے قافلے کو لوٹ لیا۔ حکیم بن حزام نے کمسن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بنوقیس سے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی خدمت کے لئے خرید لیا۔ جب انہیں حضور ﷺ سے نکاح کا اعزاز حاصل ہوا تو انہوں نے زید کو حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا، یوں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو غلامی رسول ﷺ کا اعزاز حاصل ہوا۔

قافلے کے لوٹے جانے کی خبر سے قیامت ٹوٹ پڑی اور زید کے والدین کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ زید زندہ بھی ہے یا نہیں۔ وہ بیٹے کی جدائی سے بہت پریشان تھے اُنہوں نے اس کی تلاش جاری رکھی۔ حج پر آئے ہوئے لوگوں نے زید کو پہچان لیا اور انہیں ان کے والد کی حالتِ زار سے آگاہ کیا۔ زید کے والد کو جب بیٹے کا سراغ ملا تو وہ مکہ پہنچے اور حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوکر عرض پیرا ہوئے کہ زید کو فدیہ لے کر آزاد کر دیں، ہم زندگی بھر آپ کے ممنونِ احسان رہیں گے۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر زید تمہارے ساتھ جانا چاہتا ہے تو میں کسی قسم کا فدیہ لئے بغیر ہی اسے تمہارے ساتھ بھیجنے کے لئے تیار ہوں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھا گیا: کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟ وہ بولے: کیوں نہیں! یہ میرے والدِ گرامی ہیں اور یہ میرے چچا ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم اگر اپنے والد کے ساتھ جانا چاہو تو بخوشی جا سکتے ہو اور اگر میرے پاس رہنا چاہو تو بھی رہ سکتے ہو۔ یہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا امتحان تھا، ایک طرف وہ باپ تھا جو مدت سے اس کی تلاش میں تھا، اور زید کے دل میں بھی باپ کی محبت کا سمندر موجزن تھا لیکن اسے دوسری طرف نبیٔ آخرالزماں ﷺ کی غلامی کا شرفِ عظیم بھی حاصل تھا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ فیصلہ کرتے ہوئے ایک لمحہ کے لئے بھی کسی تذبذب کا شکار نہیں ہوئے، اور کہا کہ میں حضور ﷺ کے قدموں سے جدا نہیں ہوں گا۔ فرمایا:

ما أنا بالذی أختار علیك أحداً! أنت منی بمكان الأب والأم فقالا: ویحك یا زید ! أتختار العبودیة علی الحریة، و علی أبیك و عمك و أهل بیتك؟ قال: نعم، إنی قد رأیت من هٰذا

الرجل شيئاً ما أنا بالذى أختار عليه أحداً أبداً فلما رأى رسول الله ﷺ ذالك، أخرجه إلى الحجر، فقال: يا من حَضَرَ اشهدوا أن زيداً ابنى أرثه و يرثنى، فلما رأى ذالك أبوه و عمه طابت أنفسها و انصرفا۔(۱)

”(یارسول اللہ!) میں آپ کے مقابلے میں بھلا کسی اور کو ترجیح دے سکتا ہوں! آپ میرے لئے ماں باپ کے مقام پر ہیں۔ اس بات پر ان دونوں (آپ کے والد اور چچا) نے کہا ارے زید! تو ہلاک ہو، غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو؟ اور اپنے والد، چچا اور سب گھر والوں کو چھوڑ رہے ہو؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں بے شک میں نے اس شخص (حضور نبیٔ اکرم ﷺ) میں ایسی بات دیکھی ہے جس کے مقابلے میں کسی اور چیز کو پسند نہیں کر سکتا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سنی تو خوش ہو کر اُنہیں اپنی آغوش میں لیا اور حاضرین کو گواہ بنا کر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے، ہم ایک دوسرے کے وارث ہیں۔ جب ان کے باپ اور چچا نے یہ منظر دیکھا تو نہایت خوش ہوئے اور انہیں (حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس) چھوڑ کر رخصت ہو گئے۔“

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ اُنہوں نے قسم کھا کر کہا:

واللہ! العبودیة عند محمد ﷺ أحب الى من أن اكون عندكم۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳:۴۲
۲۔ قرطبی، تفسیر، ۱۴:۱۱۸
۳۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۲:۳۵۱
٦۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۳۹
۵۔ عسقلانی، الاصابہ، ۲: ۵۹۹
۴۔ ابن الجوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۳۸۱

(۲) قرطبی، تفسیر، ۱۴:۱۹۳

’’خدا کی قسم: محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی مجھے تمہارے پاس رہنے سے زیادہ مرغوب ہے۔‘‘

١٧۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی آتشِ شوق

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا واقعہ کتبِ تاریخ و سیر میں تفصیل سے درج ہے۔ آتش پرستی سے توبہ کر کے عیسائیت کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ پادریوں اور راہبوں سے حصولِ علم کا سلسلہ بھی جاری رہا، لیکن کہیں بھی دل کو اطمینان حاصل نہ ہوا۔ اسی سلسلے میں اُنہوں نے کچھ عرصہ عموریا کے پادری کے ہاں بھی اس کی خدمت میں گزارا۔ عموریا کا پادری الہامی کتب کا ایک جید عالم تھا۔ اس کا آخری وقت آیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اب میں کس کے پاس جاؤں؟ اُس عالم نے بتایا کہ نبئ آخر الزماں (ﷺ) کا زمانہ قریب ہے۔ یہ نبی دینِ ابراہیمی کے داعی ہوں گے۔ اور پھر عموریا کے اُس پادری نے مدینہ منورہ کی تمام نشانیاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بتا دیں کہ نبی آخرالزماں (ﷺ) مکہ سے ہجرت کر کے کھجوروں کے جھنڈ والے اس شہرِ دلنواز میں سکونت پذیر ہوں گے۔ عیسائی پادری نے اللہ کے اس نبی کے بارے میں بتایا کہ وہ صدقہ نہیں کھائیں گے البتہ ہدیہ قبول کر لیں گے اور یہ کہ ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت ہو گی۔ پادری اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا، تلاشِ حق کے مسافر نے عموریا کو خداحافظ کہا اور سلمان فارسی شہرِ نبی کی تلاش میں نکل پڑے۔ سفر کے دوران حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ چند تاجروں کے ہتھے چڑھ گئے لیکن تلاشِ حق کے مسافر کے دل میں نبئ آخر الزماں ﷺ کے دیدار کی تڑپ ذرا بھی کم نہ ہوئی بلکہ آتشِ شوق اور بھی تیز ہو گئی۔ یہ تاجر اُنہیں مکہ لے آئے، جس کی سرزمین نبی آخرالزماں ﷺ کا مولد پاک ہونے کا اعزاز حاصل کر چکی تھی۔ تاجروں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اپنا غلام ظاہر کیا اور اُنہیں مدینہ (جو اُس وقت یثرب تھا) کے بنی قریظہ کے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اُنہوں نے یہودی کی غلامی قبول کر لی ...... یہودی آقا کے ساتھ جب وہ یثرب (مدینہ منورہ) پہنچ گئے تو گویا اپنی منزل کو پا لیا۔

عموریا کے پادری نے یثرب کے بارے میں انہیں جو نشانیاں بتائی تھیں وہ تمام نشانیاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیں، وہ ہر ایک سے نبیٔ آخرالزماں ﷺ کے ظہور کے بارے میں پوچھتے رہتے لیکن ابھی تک قسمت کا ستارا اَوجِ ثریا پر نہ چمک پایا تھا اور وہ بے خبر تھے کہ نبیٔ آخرالزماں ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے اس شہرِ خنک میں تشریف لا نے والے ہیں۔ بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے یہودی مالک کے کھجوروں کے باغ میں کھجور کے ایک درخت پر چڑھے ہوئے تھے کہ اُنہوں نے اپنے یہودی مالک کو کسی سے باتیں کرتے ہوئے سنا کہ مکہ سے ہجرت کر کے قبا میں آنے والی ہستی نبیٔ آخرالزماں ﷺ ہونے کی داعی ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا دل مچل اٹھا، اور تلاشِ حق کے مسافر کی صعوبتیں لمحۂ مسرت میں تبدیل ہو رہی تھیں۔ وہ ایک طشتری میں تازہ کھجوریں سجا کر والیٔ کونین ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ صدقے کی کھجوریں ہیں۔ آقائے دوجہاں ﷺ نے وہ کھجوریں یہ فرما کر واپس کر دیں کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے۔ عموریا کے پادری کی بتائی ہوئی ایک نشانی سچ ثابت ہو چکی تھی۔ دوسرے دن پھر ایک خوان میں تازہ کھجوریں سجائیں اور کھجوروں کا خوان لے کر رسولِ ذی حشم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یہ ہدیہ ہے، قبول فرما لیجئے۔ حضور ﷺ نے یہ تحفہ قبول فرما لیا اور کھجوریں اپنے صحابہ میں تقسیم فرما دیں۔

دو نشانیوں کی تصدیق ہو چکی تھی۔ اب مُہرِ نبوت کی زیارت باقی رہ گئی تھی ۔ تاجدارِ کائنات ﷺ جنت البقیع میں ایک جنازے میں شرکت کے لئے تشریف لائے اور ایک جگہ جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آقائے دوجہاں ﷺ کی پشت کی طرف بے تابانہ نگاہیں لگائے بیٹھے تھے۔ آقائے کائنات ﷺ نے نورِ نبوت سے دیکھ لیا کہ سلمان کیوں بے قراری کا مظاہرہ کر رہا ہے، مخبرِ صادق ﷺ نے ازرہِ محبت اپنی پشت انور سے پردہ ہٹا لیا تا کہ مہرِ نبوت کے دیدار کا طالب اپنے من کی مراد پا لے۔ پھر کیا تھا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی کیفیت ہی بدل گئی، تصویرِ حیرت بن کے آگے بڑھے، فرطِ محبت سے مہرِ نبوت کو چوم لیا اور آپ ﷺ پر ایمان لاکر ہمیشہ کیلئے دامنِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہو

گئے۔(۱)

۱۸۔ حضرت زید بن دثِنہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے رفقاء کا کمالِ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رئیسِ قریش سفیان بن خالد نے ایک سازش کے تحت چند آدمی مدینہ منورہ بھیجے کہ اپنے مسلمان ہونے کا ڈھونگ رچائیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے درخواست کر کے چند مبلغین اپنے ہمراہ لائیں تاکہ اُنہیں مقتولینِ اُحد کا انتقام لینے کے لئے قتل کر دیا جائے۔ اس کام کے لئے انہیں سو اونٹوں کا لالچ دیا گیا۔ یہ سازشی عناصر مدینہ منورہ سے جن مسلمانوں کو اپنے ساتھ لائے ان میں حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ راستے میں اُنہوں نے اپنے مزید آدمیوں کو بلا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا گھیرا تنگ کر دیا، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمت نہ ہاری اور جرأت و بہادری سے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ یہ مٹھی بھر مجاہد آخر دم تک لڑتے رہے اور سوائے دو افراد کے سب کے سب شہید ہو گئے، ان دو کو مکہ لے جا کر فروخت کر دیا گیا۔ ان میں ایک حضرت زید رضی اللہ عنہ تھے، جنہیں صفوان بن اُمیہ نے پچاس اونٹوں کے عوض خریدا تاکہ باپ کے بدلے میں انہیں قتل کر کے اپنی آتشِ انتقام کو ٹھنڈا کر سکے۔

کفار و مشرکین کے سازشی گروہ میں ایک عورت سُلافہ بنت سعد بھی شامل تھی جس کے دو بیٹے غزوۂ اُحد میں واصلِ جہنم ہوئے تھے۔ اس نے نذر مانی تھی کہ اگر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا سر اُسے مل جائے تو وہ اُس کی کھوپڑی میں شراب پئے گی۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ خلعتِ شہادت سے سرفراز ہوئے، تو اس سے قبل اُنہوں نے بارگاہِ خُداوندی میں دعا کی: یا

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۶۹۸، رقم: ۶۵۴۴

۲۔ بزار، المسند، ۶: ۴۶۳۔۴۶۵، رقم: ۲۵۰۰

۳۔ طبرانی، معجم الکبیر، ۶: ۲۲۲۔۲۲۴، رقم: ۶۰۶۵

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۴: ۷۵۔۸۰

۵۔ ابونعیم، دلائل النبوہ، ۱: ۴۰

اللہ! میرے آقا و مولاﷺ کو میری شہادت سے آگاہ فرما دے۔ اے پروردگارِ عالم! میرا سر تیری راہ میں کاٹا جا رہا ہے تو اس کی حفاظت فرما۔

جب کفار حضرت عاصمؓ کا سر کاٹنے لگے تو کہیں سے شہد کی مکھیوں کا ایک غول نمودار ہوا، جس نے شہید کے بدن کو اپنے حصار میں لے لیا۔ کفار نے سر کاٹنے کا کام یہ سوچ کر رات پر ملتوی کر دیا کہ رات کو تو شہد کی مکھیاں غائب ہو جائیں گی، لیکن رات شدید بارش ہوئی اور شہید کی لاش کو طوفانی موج بہا لے گئی۔ دوسری طرف حضرت زیدؓ کو شہید کیا جانے لگا تو کفار و مشرکینِ مکہ کا ایک ہجوم جمع ہو گیا، جس میں ابوسفیان بھی شامل تھے۔ ابوسفیان نے حضرت زیدؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

أنشدك الله يا زيد! أتحب أن محمداً الآن عندنا مكانك يضرب عنقه وانك فی أهلك ؟

''اے زید! تجھے اللہ رب العزت کی قسم، (سچ سچ بتا) کیا تو پسند کرتا ہے کہ اس وقت تمہارے بجائے محمد (ﷺ) ہمارے پاس ہوتے کہ ہم (نعوذ باللہ) اُنہیں قتل کرتے اور تم اپنے اہل و عیال کے پاس ہوتے؟''

اسیرِ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ حضرت زیدؓ کی آنکھوں میں اپنے محبوب آقاﷺ کا چہرہ گھوم گیا، فرمایا:

والله! ما أحبّ أنّ محمداً الآن فی مكانه الذی هو فيه تصيبه شوكة تؤذيه وأنی جالسٌ فی أهلی۔

''خدا کی قسم! میں تو یہ بھی نہیں گوارا کرتا، کہ میرے آقا و مولا محمد ﷺ کو اس وقت جہاں بھی رونق افروز ہوں، کانٹا بھی چبھے، کہ جس سے اُنہیں تکلیف پہنچے اور میں آرام سے اپنے اہل و عیال کے ساتھ بیٹھا رہوں۔''

ابوسفیان نے غلامِ مصطفیٰ ﷺ کی جاں نثاری کا اعتراف کرتے ہوئے کہا:

ما رأيتُ من الناس أحدا يحب أحداً كحبِ أصحاب محمد

محمداً۔

”میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا کہ دوسروں سے ایسی محبت کرتا ہو جیسی محبت محمد (ﷺ) کے اصحاب محمد (ﷺ) سے کرتے ہیں۔“(۱)

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو بھی قیدی بنا لیا گیا تھا اور کچھ عرصے بعد اُنہیں بھی تختہ دار پر لٹکا دیا گیا لیکن شہادت سے قبل آپ نے مہلت مانگی کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں، اجازت ملنے پر وہ اطمینان سے بارگاہِ خُداوندی میں سجدہ ریز ہو گئے۔ تختہ دار پر اپنے پروردگار کی بارگاہ میں التجاء کی کہ مولا! میرا سلام میرے آقا ﷺ تک پہنچا دے۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس وقت میں مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضور ﷺ پر وحی نازل ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا: **وعلیکم السلام**۔ اس کے ساتھ ہی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ قریشِ مکہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لئے ایسے چالیس افراد بلائے جن کے آباء و اجداد جنگِ بدر میں واصلِ جہنم ہوئے تھے۔ اُنہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، آپ رضی اللہ عنہ کی میت تختہ دار پر لٹکی رہی، جس کی نگرانی کے لئے کفار نے چالیس افراد کا ایک ٹولہ مقرر کیا۔ حضور ﷺ کو بذریعہ وحی اُس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

أيّكم ينزل خبيباً عن خشبته وله الجنة(۲)

”تم میں سے جو شخص بھی حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو تختہ دار سے اُتارے گا اُس کے

---

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴:۱۲۶
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲:۵۵، ۵۶
۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۴: ۶۵
۴۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۷۹
۵۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۲:۱۰۸، ۱۵۵، ۳۵۸
۶۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲:۱۹
۷۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱:۶۴۹

(۲) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۱۶۰۔۱۶۱

لئے جنت ہے۔‘‘

چنانچہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر اس حکم کو قبول کیا اور اُنہیں تختہ دار سے اُتار کر لائے۔

۱۹۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا جذبۂ جان نثاری

غزوۂ اُحد میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی ہو گئے، خود (لوہے کی ٹوپی جو دورانِ جنگ پہنی جاتی تھی) کی کڑیوں نے رخسارِ مبارک زخمی کر دیئے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح دوڑتے ہوئے خدمتِ اقدس میں پہنچے، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح نے آگے بڑھ کر رخسارِ اقدس سے خود کی کڑیوں کو نکالا۔ پہلی کڑی نکالنے لگے تو زور سے پیچھے گر پڑے اور ان کا ایک دانت ٹوٹ گیا۔ لیکن شمع رسالت کے پروانے نے اپنے زخمی ہونے کی پروانہ کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخسارِ اقدس سے خود کی دوسری کڑی کو بھی نکال لیا لیکن ایسا کرتے ہوئے ایک بار پھر گر گئے اور دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا۔(۱)

وہ زبانِ حال سے گویا ہوئے: یا رسول اللہ! یہ تو محض دو دانت ہیں آپ کے قدموں پر گر کر جان بھی چلی جائے تو میرے لئے اس سے بڑا اعزاز اور کیا ہوگا۔

۲۰۔ حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کا خوبصورت ’’قصاص‘‘

جاں نثارانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جذبۂ عشق کو ایک تحریک بنا دیا تھا۔ جنگ بدر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صفیں درست فرما رہے تھے تو سواد بن عزیہ کے پیٹ میں جو صف سے ذرا آگے بڑھے ہوئے تھے، تیر چھو کر فرمایا:

استو یا سواد۔

’’سواد! برابر ہو جا۔‘‘

---

(۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴:۲۹

اس پر انہوں نے عرض کیا:

يا رسول الله! أوجعتنی، و قد بعثك الله بالحق، فأقدنی، فكشف رسول الله ﷺ عن بطنه وقال: إستقِد۔ فاعتنقه، وقبل بطنه و قال: ما حملك علی هٰذا يا سواد؟ فقال: يا رسول الله! حضر ما تری و لم آمن القتل، فإنی أحب أن أكون آخر العهد بك أن يمسّ جلدی جلدك، فدعا له رسول الله ﷺ بخير ۔(۱)

''یا رسول اللہ! آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی جبکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، سو مجھے بدلہ دیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے بطن مبارک سے کپڑا ہٹا لیا اور فرمایا: بدلہ لے لو۔ وہ (تو بہانہ ڈھونڈ رہے تھے) حضور ﷺ سے لپٹ گئے اور بطنِ اقدس کو بوسہ دینے لگے۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: اے سواد! تجھے کس چیز نے اس عمل کی ترغیب دی؟ اُنہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں ممکن ہے میں جنگ میں زندہ نہ بچ سکوں اس پر میں نے چاہا کہ میرا آخری عمل آپ کے ساتھ یہ ہو کہ میرا جسم آپ کے جسمِ اطہر سے مس ہو جائے، پس رسول اللہ (ﷺ) نے ان کے لئے دُعائے خیر فرمائی۔

۲۱۔ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے الوداعیہ کلمات

حضرت سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بن ربیع غزوۂ اُحد میں شدید زخمی ہوگئے۔ بارہ نیزے ان کے جسم کے آر پار ہوئے، تلوار اور تیر کے زخم جو اس کے علاوہ تھے سَتّر (۷۰) کے لگ

(۱) ۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳: ۲۷۱

۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۳: ۱۷۴

۳۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۳۲

۴۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۲: ۵۹۰ رقم: ۲۳۳۳

۵۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۴۰۲

بھگ تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے جاں نثاروں سے فرمایا کہ سعد بن ربیع کی خبر کون لائے گا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے انہیں شہیدوں کے درمیان شدید زخمی حالت میں پایا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اُنہیں بتایا کہ مجھے حضور ﷺ نے تمہارا حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اس پر اُنہوں نے اپنا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فاذهب إليه فأقرئه منّي السلام، وأخبره أنى قد طعنت اثنتى عشرة طعنة، وأنى قد أنفذت مَقاتلى، و أخبر قومك أنّه لا عذر لهم عند الله، إنْ قتل رسول الله ﷺ، و واحد منهم حيّ۔(۱)

''میرے آقا ﷺ کے حضور میرا سلام پیش کرنا اور کہنا کہ مجھے نیزے کے بارہ زخم لگے ہیں اور میں نے اپنے مقابل کے جسم سے نیزہ آر پار کر دیا ہے۔ اپنے لوگوں سے کہنا کہ اگر حضور ﷺ کو کچھ ہوا اور تم میں سے ایک فرد بھی زندہ بچا تو قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں ان کا کوئی بھی عذر قابلِ قبول نہ ہوگا۔''

یہ ان کا جذبۂ جاں نثاری تھا کہ بدن زخموں سے چور ہے اور زندہ بچ جانے کی کوئی اُمید نہیں مگر پھر بھی تصورِ محبوب ﷺ ہی میں کھوئے ہوئے ہیں اور اُن کے بارے میں نہ صرف فکر مند ہیں بلکہ اپنی قوم کو یہ پیغام بھی دے رہے ہیں کہ خبردار! اسی محبوب ﷺ کے دامن سے وابستہ رہنا۔

---

(۱) ۱۔ مالک بن انس، موطا، ۲: ۴۶۵۔۴۶۶

۲۔ ابن عبد البر، الاستیعاب، ۲: ۵۹۰

۳۔ ابن عبد البر، التمہید، ۲۴: ۹۴

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۵۲۴

۵۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۴۸۱

۶۔ عسقلانی، الاصابہ، ۳: ۵۹

۷۔ زرقانی، شرح علی موطا، ۳: ۵۹

۲۲۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا جذبۂ ایثار و محبت

سفرِ ہجرت کے آخری مرحلے میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ قبا میں قیام پذیر تھے۔ مسجد قبا کی تعمیر کے بعد حضور ﷺ یثرب ...... جسے بعد میں مدینۃ النبی ﷺ بننے کا اعزاز حاصل ہونا تھا ...... کی طرف روانہ ہوئے۔ بعض روایات کے مطابق یہ ۱۲ ربیع الاول کا دن تھا، یثرب کے شہری جوق در جوق حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی ناقہ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ بنو نجار کی خوش بخت بچیاں دف کے ساتھ استقبالیہ اشعار پڑھ رہی تھیں۔ عورتیں، مرد، بچے تمام مہمانِ مکرم ﷺ کے لئے دیدہ و دل فرشِ راہ کئے ہوئے تھے۔ ہر قبیلے کے سردار کی خواہش تھی کہ اُسے والیٔ کونین ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل ہو لیکن یہ شرفِ عظیم حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مقدر میں لکھا جا چکا تھا۔ آپ ﷺ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر نچلی منزل میں قیام پذیر ہوئے جبکہ وہ میاں بیوی بالا خانے پر رہنے لگے تا کہ اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کو بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہونے میں آسانی رہے۔ ایک دن بالائی منزل میں پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا۔ میاں بیوی کو خدشہ ہوا کہ کہیں چھت نہ ٹپکنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے پانی جذب کرنے کے لئے اس پر لحاف ڈال دیا اور خود ساری رات دونوں میاں بیوی سردی سے ٹھٹھرتے رہے۔ وہ فرماتے ہیں:

فلقد انکسر حب لنا فيه ماء، فقمت أنا و أم أيوب بقطيفة لنا ما لنا لحاف غيرها ننشف بها الماء تخوفاً أن يقطر على رسول الله ﷺ منه شئ فيؤذيه۔(۱)

”ہمارا پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا اور پانی بہہ گیا، پس میں اور (میری اہلیہ) اُم

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۱۱۹، رقم: ۳۸۵۵
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۵۲۱، رقم: ۵۹۳۹
۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳: ۲۰۱
۴۔ سمہودی، وفاء الوفاء، ۱: ۲۶۴
۵۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۲۷۶

ایوب اپنے واحد لحاف سے پانی صاف کرتے رہے اس خوف سے کہ کہیں پانی حضور نبئ اکرم ﷺ کے اوپر ٹپک جائے اور انہیں تکلیف پہنچے۔''

۲۳۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور تبرکاتِ رسول ﷺ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضور نبئ اکرم ﷺ کے تبرکاتِ مقدسہ محفوظ تھے۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا آخری وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی:

ان یکفن فی قمیص کان رسول اللہ ﷺ قد کساہ إیاہ۔ و أن یجعل مما یلی جسدہ۔ وکان عندہ قلامة أظفار رسول اللہ، فأوصی أن تُسحق و تجعل فی عینیہ و فمه، وقال: افعلوا ذالك، و خلّوا بینی و بین أرحم الراحمین۔(۱)

''مجھے اس قمیص میں کفنایا جائے جسے رسول اللہ ﷺ نے انہیں پہنایا تھا اور اسے ان کے جسم پر (اس طرح) ڈال دیا جائے (کہ درمیان میں کوئی اور کپڑا حائل نہ ہو)۔''

علاوہ ازیں ان کے پاس حضور نبئ اکرم ﷺ کے تراشے ہوئے مبارک ناخن تھے۔ انہوں نے وصیت کی کہ ان مبارک ناخنوں کو باریک پیس کر ان کی آنکھوں اور منہ میں ڈال دیا جائے پھر فرمایا میں جیسا کہتا ہوں ایسا ہی کرنا اور باقی معاملہ میرے اور ارحم الرحمین کے درمیان چھوڑ دینا۔

۲۴۔ حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی تمنائے شہادت

غزوۂ بدر کے موقع پر ایک کم سن نوجوان مجاہدینِ اسلام کی صفوں میں چھپتا پھر

---

(۱) ۱۔ ابن اثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ۵: ۲۰۳

۲۔ نووی، تہذیب الاسماء، ۲: ۱۰۳

۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۴

رہا تھا۔ حضور ﷺ نے صف بندی کے دوران اس نوجوان کو دیکھ کر فرمایا: بیٹا! ابھی تمہاری عمر لڑنے کی نہیں ہے، اس لئے تم واپس چلے جاؤ۔ رسولِ خدا ﷺ کا یہ حکم سن کر وہ نوجوان جو کم عمری کے باوجود دل میں شہادت کی شدید آرزو رکھتا تھا آبدیدہ ہوگیا، اور عرض پرداز ہوا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں جنگ میں شریک ہونے کی اجازت کا طلب گار ہوں، شاید میرا لہو اللہ کی راہ میں کام آجائے۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے اس نوجوان کا جذبۂ ایمان دیکھ کر اُسے اجازت مرحمت فرمادی اور اسے تلوار بھی عطا کی۔ تاریخ اس نوجوان کو حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ جنگ کا آغاز ہوا تو حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ دشمن پر ٹوٹ پڑے، آخر دادِ شجاعت دیتے ہوئے فقط سولہ سال کی عمر میں شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے اور اپنا نام اسیرانِ مصطفیٰ کی فہرست میں لکھوانے کی سعادت حاصل کی۔(۱)

۲۵۔ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کا پاسِ عہد

حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ عشقِ رسول کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہوئے اور اپنا سب کچھ حضور ﷺ کے قدموں پر نثار کر دینے کا عہد کر

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳:۱۴۹

۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۲۰۸، رقم: ۴۸۶۴

۳۔ سہیلی، الروض الانف، ۳: ۱۶۴

۴۔ ابن اثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ۴: ۲۸۷

۵۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱: ۹۷

۶۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۳۹۴

۷۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۶: ۶۹

۸۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۷۲۵

۹۔ مروزی، السنۃ، ۱: ۴۷

۱۰۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۳۸۰

لیا۔ اس کی پاداش میں ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، کفار و مشرکین مکہ نے اس جاں نثارِ پیغمبر ﷺ کو زنجیروں میں جکڑ دیا لیکن ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ صلح حدیبیہ کی دستاویز حیطۂ تحریر میں لائی جا چکی تھی کہ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کفار و مشرکین کی قید سے بھاگ کر پناہ کے لئے حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ ابو جندل رضی اللہ عنہ سے تمام تر ہمدردی کے باوجود آپ ﷺ کو معاہدے کی خلاف ورزی ہرگز گوارا نہ تھی۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ نے دل پر پتھر رکھ کر ابوجندل رضی اللہ عنہ کی واپسی کی تجویز سے اتفاق کیا۔ آقائے دوجہاں ﷺ نے ابوجندل رضی اللہ عنہ کو مخاطب کیا:

یا أبا جندل! قد تم الصلح بیننا و بین القوم، فاصبر حتی یجعل اللہ لك فرجا و مخرجاً ۔(۱)

''اے ابوجندل! ہمارے اور اس قوم کے درمیان صلح مکمل ہوگئی ہے، اس لئے تم صبر کرو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشائش اور نکلنے کی راہ پیدا کر دے۔''

ابوجندل رضی اللہ عنہ نے آقا ﷺ کے فرمان کی تعمیل کر کے اطاعت و اتباع کی ایک نئی داستان قلمبند کی اور اپنے عمل سے ایفائے عہد کے چراغ کو بجھنے نہ دیا۔

۲۶۔ رئیس المنافقین کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا لافانی کردار

عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین تھا، مدینہ منورہ میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی تشریف

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۹۷
۲۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۹۶۷، کتاب الشروط، رقم: ۲۵۶۴
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۲۲۷
۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰: ۱۶، رقم: ۱۵
۵۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۱۲۳
۶۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴: ۲۸۷

آوری سے قبل اسے یثرب کا بادشاہ بنانے کی تیاریاں کی جا رہی تھیں، لیکن حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے یہ منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا اور ریاستِ مدینہ کا قیام عمل میں آیا۔ عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقینِ مدینہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کا راستہ روکنے کے لئے در پردہ سازشوں کا جال بننے لگے اور مہاجرینِ مکہ کی راہ میں روڑے اٹکانے شروع کر دیئے۔ اسی طرح منافقینِ مدینہ طبقاتی کشمکش کو ہوا دے کر ریاستِ مدینہ کے امن کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

۱۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اسی عبداللہ بن اُبی کے بیٹے تھے لیکن منافق باپ کے سازشی ذہن سے انہیں دُور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ وہ حضور ﷺ کے جاں نثار صحابی تھے اور اپنے باپ کی حرکتوں پر اندر ہی اندر کھولتے رہتے تھے۔ وہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنے باپ کی جملہ منفی سرگرمیوں کے پس منظر میں عرض پرداز ہوئے۔ یا رسول اللہ! مجھے حکم دیجئے کہ میں اپنے باپ کا کانٹا راستے سے ہٹا دوں تاکہ دینِ مبین کی پیش رفت میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔

روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

أنه استأذن النبی ﷺ أن يقتل أباه، قال: لا تقتل أباك ۔(۱)

”(حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن ابی) نے نبیٔ اکرم ﷺ سے اپنے باپ (عبداللہ بن ابی) کو قتل کرنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے باپ کو قتل نہ کر۔“

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۶۷۹، رقم: ۶۴۹۰
۲۔ عبدالرزاق، المصنف، ۳: ۵۳۸، رقم: ۶۶۲۷
۳۔ شیبانی، الاحاد والمثانی، ۴: ۲۳، رقم: ۱۹۶۷
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۳۱۸
۵۔ عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۱۵۵

۲۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

مرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعبد اللہ بن أبی و ھو فی ظل أطم، فقال: عبر علینا ابن أبی کبشۃ، فقال ابنہ عبداللہ بن عبداللہ: یا رسول اللہ! والذی أکرمك لئن شئت لاتیتك برأسہ، فقال: لا، ولکن بر أباك و أحسن صحبتہ ۔(۱)

''عبداللہ بن ابی ایک بلند ٹیلہ کے سایہ میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں حضور نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو عبداللہ بن ابی کہنے لگا: ابن ابی کبشہ کا یہاں سے گذر ہوا۔ اس پر اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کومکرم ومحترم بنایا ہے، اگر آپ چاہیں تو میں (اپنے) اس (بدبخت باپ) کا سر (قلم کرکے) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر کردوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اپنے والد کے ساتھ حسنِ سلوک اور حسنِ محبت سے پیش آؤ۔''

یہ بات حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایسا مخلص شخص ہی کہنے کی جرأت کرسکتا ہے جس نے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی ذات کوگم کردیا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جب اپنا حقیقی باپ ابن ابی، حضور نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے کی دیوار بنتا نظر آیا تو اُنہوں نے اس دیوار کو ہی گرانے کا فیصلہ کرلیا۔

۳۔ غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر ایک مقام پر ابن ابی نے حضور تاجدارِ

---

(۱) ا۔ ہیثمی نے 'مجمع الزوائد (۹:۳۱۸)' میں کہا ہے کہ اُسے بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۱۷۰، ۱۷۱، رقم: ۴۲۸
۳۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱: ۴۹۸، رقم: ۲۰۲۹
۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۸۰، رقم: ۲۲۹
۵۔ عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۱۵۵

کائنات ﷺ کی شان میں بعض گستاخانہ الفاظ کہے۔ اس پر اس کا حقیقی بیٹا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تلوار سونت کر اپنے باپ کے سر پر کھڑے ہو گئے اور اسے خوب ذلیل کیا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لما رجع رسول الله من بنی المصطلق، قام ابن عبدالله بن أبی: فسَلّ علی أبیه السیف، و قال: لله علی ألا أغمده حتی تقول محمد الاعز و أنا الأذل، قال: ویلك! محمد الأعز و أنا الأذل، فبلغت رسول الله فأعجبه و شکرها له۔(۱)

’’جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بنی المصطلق سے واپس لوٹے تو ابن عبداللہ بن ابی اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے باپ پر تلوار سونتی اور فرمایا: بخدا! میں اس وقت تک اپنی تلوار میان میں نہیں رکھوں گا جب تک تو زبان سے یہ نہیں کہہ دیتا کہ محمد ﷺ معزز ہیں اور میں ذلیل ہوں۔ اس نے کہا: تو ہلاک ہو، محمد (ﷺ) معزز ہیں اور میں ذلیل ہوں۔ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے ان کی جرأت کو پسند فرمایا اور سراہا۔

۲۷۔ حضرت سُمَیّہ رضی اللہ عنہا سے روحِ ایمانی کو جدا نہ کیا جا سکا

جس طرح سب سے پہلے اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہونے کا اعزاز ایک معزز خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوا اُسی طرح سب سے پہلے حق کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت بھی ایک خاتون کو حاصل ہوئی۔ یہ خاتون حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں، جنہوں نے ناموسِ

(۱) ۱۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۳۱۷، ۳۱۸

۲۔ حمیدی، المسند، ۲: ۵۲۰، رقم: ۱۲۴۰

۳۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۸: ۱۲۹

۴۔ آلوسی، روح المعانی، ۲۸: ۱۱۶

رسالت کے تحفظ کے لئے اپنی جان کی قربانی پیش کی۔ اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی ان کے جذبہ ایمانی کو طرح طرح سے آزمایا گیا لیکن جان کا خوف بھی ان کے جذبۂ ایمان کو شکست نہ دے سکا۔ روایات میں مذکور ہے کہ انہیں گرم کنکریوں پر لٹایا جاتا، لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کر دیا جاتا، لیکن تشنہ لبوں پر محبتِ رسول کے پھول کھلتے رہے اور پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔ عورت تو نازک آبگینوں کا نام ہے جو ذرا سی ٹھیس سے ٹوٹ جاتے ہیں لیکن حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ایمان کا حصارِ آہنی بن گئیں۔

وروى أن ابا جهل طعنها فى قبلها بحربة فى يده، فقتلها، فهى أول شهيد فى الإسلام، وكان قتلها قبل الهجرة، وكانت ممن أظهر الإسلام بمكة فى أول الإسلام(۱)

’’روایت ہے کہ ابوجہل نے ان کے جسم کے نازک حصے پر برچھی کا وار کیا جس سے وہ شہید ہوگئیں، یہ اسلام کی پہلی شہید خاتون ہیں، جن کو ہجرت سے پہلے شہید کر دیا گیا اور یہ وہ خاتون ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ میں اسلام کے ابتدائی دور میں اپنے اسلام کا اعلانیہ اظہار کیا تھا۔‘‘

ابن اسحاق نے آل عمار بن یاسر کے کسی شخص سے روایت نقل کی ہے کہ:

أن سمية أم عمار عذبها هذا الحى من بنى المغيرة على الاسلام، و هى تأبى حتى قتلوها، وكان رسول الله ﷺ يمر بعمار و أبيه و أمه و هم يعذبون بالأبطح فى رمضاء مكة، فيقول: صبرًا، يا آل

---

(۱) ۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۱۳، رقم: ۳۳۸۶۹

۲۔ عسقلانی، فتح الباری، ۷: ۲۴، رقم: ۳۴۶۰

۵۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۱: ۲۱۶، رقم: ۴۱۷۴

۳۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱: ۱۵۰

۴۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۷: ۱۵۳

یاسر فإن موعدکم الجنة۔ (۱)

''اُمِ عمار حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو بنی مغیرہ نے اسلام لانے کی پاداش میں تکلیفیں پہنچائیں مگر اس نے (اقرار اسلام کے سوا) ہر چیز کا انکار کیا حتی کہ اُنہوں نے اسے شہید کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کا جب حضرت عمار اور ان کے والد اور والدہ کے پاس سے گزر ہوتا جن کو کفار کی طرف سے مکہ کی شدید گرمی میں وادی أبطح میں عذاب دیا جا رہا ہوتا تو آپ ﷺ فرماتے اے آلِ یاسر! صبر کرو، جنت تمہارا انتظار کر رہی ہے۔''

۲۸۔ حضرت عداس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے قدموں میں

طائف کے بازاروں میں اوباش لڑکوں نے شقاوتِ قلبی کی انتہا کر دی تھی، جسمِ اطہر پر اتنے پتھر برسائے کہ آپ ﷺ کے مبارک ٹخنوں سے خون بہنے لگا۔ مضروبِ طائف حضور رحمتِ عالم ﷺ کچھ دیر کے لئے ایک باغ میں رکے، یہ باغ ربیعہ نامی شخص کا تھا جو اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کا بدترین دُشمن تھا۔ اس کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ اس وقت باغ میں موجود تھے۔ اُنہوں نے ایک طشتری میں انگور کا ایک خوشہ دے کر اپنے غلام عداس کے ذریعے حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ آقائے محتشم ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر انگور کے دانے توڑے تو عداس کی نظریں چہرۂ اقدس پر جم کر رہ گئیں۔ وہ جانتا تھا کہ یہاں کے لوگ بسم اللہ پڑھ کر کھانا نہیں کھاتے۔ حضور ﷺ نے غلام سے پوچھا: تم کس ملک کے رہنے والے ہو۔ اور تمہارا تعلق کس دین سے ہے؟ اُس نے بتایا کہ میں ایک عیسائی ہوں

---

(۱) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۲۳۹، رقم: ۱۶۳۱
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۴۳۲، رقم: ۵۶۴۶
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴: ۳۰۳، رقم: ۷۶۹
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۴۹
۵۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲: ۱۶۲
۶۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۷: ۱۵۲

اور نینویٰ کا رہنے والا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ نینویٰ جو یونس بن متی کا شہر ہے؟ عداس تصویرِ حیرت بن گیا اور بولا: آپ یونس بن متی کو جانتے ہیں؟ ارشادِ گرامی ہوا کہ یونس بن متی میرے بھائی ہیں، وہ بھی ربِ ذوالجلال کے نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ عداس فرطِ عقیدت سے اُٹھ کھڑا ہوا، پہلے رحمۃ للعالمین ﷺ کے سرِ انور کو چوما اور پھر آقائے مکرم ﷺ کے پائے اقدس کے بوسے لینے لگا۔ واپس اپنے مالکان کی خدمت میں پہنچا تو اُنہوں نے اسے ڈانٹا لیکن غلامِ بے نوا کے لبوں پر یہ الفاظ مچل اُٹھے:

ما فی الأرض خیر من هذا۔(۱)

''روئے زمین پر آج ان سے بہتر کوئی نہیں۔''

۲۹۔ حضور ﷺ کی مبارک چادر سے کفن بنانے کی آرزو

کسی خاتون نے بارگاہِ نبوی ﷺ میں ایک چادر پیش کی۔ آقائے محتشم ﷺ نے اسے زیبِ تن فرمایا اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی محفل میں تشریف لائے۔ ایک صحابی عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! یہ چادر مجھے عنایت فرما دیجئے۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے یہ چادر اسے عطا فرما دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس شخص کا یہ عمل پسند نہ آیا اور اسے کہا کہ جب تمہارے علم

---

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲: ۲۶۸، ۲۶۹
۲۔ ابن حبان، الثقات، ۱: ۷۸
۳۔ ابن عبد البر، الدرر، ۱: ۶۳
۴۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۶: ۲۱۱
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳: ۱۳۶
۵۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۱: ۵۵۴، ۵۵۵
۶۔ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ۲: ۹۲
۷۔ عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۴۶۷
۸۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۳۰۰
۹۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۳۵۵، ۳۵۶

میں تھا کہ حضور کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تو تم نے یہ چادر کیوں مانگ لی؟ وہ شخص جو ایک عاشقِ رسول تھا، جواب میں گویا ہوا۔

رجوتُ برکتها حین لبسها النبی ﷺ، لعلی أکفن فیها (۱)

''جب نبیٔ اکرم ﷺ نے اس کو پہن لیا تو میں نے اس کی برکت کی آرزو کی کہ میں اس میں کفنایا جاؤں۔''

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسے اسی چادر میں دفنایا گیا۔

۳۰۔ حضرت ہند بنت حزام رضی اللہ عنہا کی داستانِ استقامت

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ معاذ اللہ شہید کردیئے گئے۔ اس خبر کا سننا تھا کہ مدینے میں ہر طرف کہرام مچ گیا۔ اہلِ مدینہ شہر سے باہر نکل آئے۔ ان میں قبیلہ انصار کی ایک خاتون حضرت ہند بنت حزام رضی اللہ عنہا بھی تھی جس کا باپ، بھائی اور خاوند حضور رسالت مآب ﷺ کے ساتھ غزوۂ احد میں شریک ہوئے تھے، اور تمام کے تمام اس غزوہ میں شہید ہوگئے تھے۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۴۵، کتاب الأدب، رقم: ۵۶۸۹
۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۴۲۹، کتاب الجنائز، رقم: ۱۲۱۸
۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۴۸۰، رقم: ۹۶۵۹
۴۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۷۷، کتاب اللباس، رقم: ۳۵۵۵
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۳۳
۶۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۱۷۰، رقم: ۴۶۲
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۴۰۴، رقم: ۶۴۸۹
۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۱۷۰، رقم: ۶۲۳۴
۹۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۶: ۱۴۳، رقم: ۵۷۸۵
۱۰۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۴۵۴

جب اس خاتون سے کوئی صحابی ملتا تو وہ اطلاع دیتا کہ تیرا باپ وہاں شہید ہوگیا اور کوئی اس کے خاوند کی شہادت کا تذکرہ کرتا تو کوئی بھائی کی شہادت کی خبر دیتا۔ وہ عظیم خاتون سن کر کہتی کہ یہ بات نہ کرو بلکہ یہ بتلاؤ:

ما فعل برسول اللہ ﷺ؟ (۱)

''رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا:

خیر هو بحمد الله كما تحبّين۔

''الحمد للہ! آپ ﷺ اسی طرح خیریت سے ہیں جس طرح تو پسند کرتی ہے''۔

حضور ﷺ کی خیریت کی خبر سن کر وہ کہنے لگی:

أرونيه حتى أنظر إليه

''مجھے آپ ﷺ کی زیارت کراؤ، حتی کہ میں خود اُنہیں دیکھ لوں۔''

جب اس خاتون نے آپ ﷺ کو ایک نظر دیکھا تو پکار اٹھی:

يا رسول الله! كل مصيبة بعدك جلل ۔(۲)

''یا رسول اللہ! آپ کے ہوتے ہوئے ہر غم و پریشانی ہیچ ہے۔''

---

(۱) قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۹۳

(۲) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴: ۵۰

۲۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۷۴

۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۵۲۸، ۵۴۲

۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۴: ۴۷

۵۔ قسطلانی، المواھب اللدنیہ، ۲: ۹۳

۳۱۔ غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا مقامِ عشق

ایک نوجوان صحابی حضرت حنظلہ بن ابو عامر رضی اللہ عنہ شادی کی پہلی رات اپنی بیوی کے ساتھ حجلۂ عروسی میں تھے کہ کسی پکارنے والے نے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر جہاد کے لئے پکارا۔ وہ صحابی اپنے بستر سے اُٹھے۔ دلہن نے کہا کہ آج رات ٹھہر جاؤ، صبح جہاد پر روانہ ہو جانا۔ مگر وہ صحابی جو صہبائے عشق سے مخمور تھے، کہنے لگے: اے میری رفیقۂ حیات! مجھے جانے سے کیوں روک رہی ہو؟ اگر جہاد سے صحیح سلامت واپس لوٹ آیا تو زندگی کے دن اکٹھے گزار لیں گے ورنہ کل قیامت کے دن ملاقات ہوگی۔‘‘

اس صحابی رضی اللہ عنہ کے اندر عقل و عشق کے مابین مکالمہ ہوا ہوگا۔ عقل کہتی ہوگی: ابھی اتنی جلدی کیا ہے؟ جنگ تو کل ہوگی، ابھی تو محض اعلان ہی ہوا ہے۔ شبِ عروسی میں اپنی دلہن کو مایوس کر کے مت جا۔ مگر عشق کہتا ہوگا: دیکھ! محبوب کی طرف سے پیغام آیا ہے، جس میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی روا نہیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ اسی جذبۂ حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے اور مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اللہ رب العزت کے فرشتوں نے انہیں غسل دیا اور وہ ’غسیل الملائکہ‘ کے لقب سے ملقب ہوئے۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ جب جنگ کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملائکہ کو انہیں غسل دیتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہوئے:

إنّ صاحبكم لتُغَسّله الملائكة يعنى حنظلة، فسألوا أهله: ماشأنه؟ فسئلت صاحبته فقالت: خرج و هو جنب حين سمع الهائعة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لذالك غسلته الملائكة، وكفى بهذا شرفاً و منزلة عندالله تعالىٰ۔ (۱)

---

(۱) ۱۔ ابن اثیر، اسد الغابۃ، ۲: ۸۶

۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۲۲۵، رقم: ۴۹۱۷

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۴۹۵، رقم: ۷۰۲۵

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۱۵، رقم: ۶۶۰۵

←

’’تمہارے ساتھی حنظلہ کو فرشتوں نے غسل دیا ان کے اہلِ خانہ سے پوچھو کہ ایسی کیا بات ہے جس کی وجہ سے فرشتے اسے غسل دے رہے ہیں۔ ان کی اہلیہ محترمہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جنگ کی پکار پر حالتِ جنابت میں گھر سے روانہ ہوئے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے اسے غسل دیا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے مقام و مرتبے کے لئے یہی کافی ہے۔‘‘

اسی جذبے کے احیاء کی آج پھر ضرورت ہے۔ اگر ہم جوان نسل میں کردار کی پاکیزگی، تقدس اور ایمان کی حلاوت نئے سرے سے پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان میں اس تعلقِ عشقی کو کوٹ کوٹ کر بھرنا ہوگا۔

۳۲۔ فراقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی بینائی جاتی رہی

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب انہیں ان کے بیٹے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کی خبر دی وہ اس وقت اپنے کھیتوں میں کام کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر سن کر غمزدہ ہوگئے اور بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی:

اللّٰهم! اذهب بصری حتی لا أری بعد حبیبی محمداً صلی اللہ علیہ وسلم

.... ۵۔ ابن اسحاق، سیرۃ، ۳: ۳۱۲

۶۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴: ۲۳

۷۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۴: ۲۱

۸۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۵۲۵

۹۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۶۹

۱۰۔ ابونعیم، دلائل النبوۃ، ۱: ۱۱۰

۱۱۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۱: ۳۵۷

أحدا۔(۱)

''اے میرے اللہ! میری آنکھوں کی بینائی اب ختم کر دے تاکہ میں اپنے محبوب محمد ﷺ کے بعد کسی دوسرے کو دیکھ ہی نہ سکوں۔''

اللہ تعالیٰ نے اُسی وقت اُن کی دعا قبول فرما لی۔

حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إن رجلا من أصحاب محمد ذهب بصره فعادوهٗ۔

''حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابہ میں سے ایک صحابی کی بینائی (فراقِ رسول ﷺ میں) جاتی رہی تو لوگ ان کی عیادت کے لئے گئے۔''

جب ان کی بینائی ختم ہونے پر افسوس کا اظہار کیا گیا تو وہ کہنے لگے:

كنتُ أريدهما لأنظر إلى النبی ﷺ، فأما إذا قُبض النبی، فواللہ ما يسّرنی أن بهما بظبی من ظباء تبالۃ۔(۲)

''میں ان آنکھوں کو فقط اس لئے پسند کرتا تھا کہ ان کے ذریعے مجھے نبیٔ اکرم ﷺ کا دیدار نصیب ہوتا تھا۔ اب چونکہ آپ ﷺ کا وصال ہوگیا ہے اس لئے اگر مجھے چشمِ غزال (ہرن کی آنکھیں) بھی مل جائیں تو کوئی خوشی نہ ہوگی۔''

۳۳۔ سفیرِ قریش اور معیارِ ایمان

کتبِ حدیث و سیر میں درج ہے کہ قبل از اسلام کفار و مشرکین نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر بارگاہِ مصطفوی ﷺ میں بھیجا۔ حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر نگاہ پڑتے ہی ایمان کی روشنی دل میں اتر گئی اور وہ عرض گزار ہوئے: آقا! اب واپس جانے کو جی نہیں چاہتا، مجھے اپنے قدموں میں ہی رہنے دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، آدابِ

(۱) قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۹۴

(۲) بخاری، الادب المفرد، ۱:۱۸۸، رقم: ۵۳۳

سفارت کا تقاضا ہے کہ تم واپس جاؤ۔ تم ایک سفیر کی حیثیت سے میرے پاس آئے تھے اور سفیر کو روکنا مجھے گوارا نہیں، اس لئے واپس لوٹ جاؤ۔ چنانچہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے فرمان کی تعمیل میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ واپس لوٹ گئے، لیکن زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ واپس آ کر حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے دامنِ عاطفت میں پناہ لے لی۔

وہ فرماتے ہیں:

بعثتنی قریش إلی رسول اللہ ﷺ، فلمّا رأیتُ رسول اللہ ﷺ ألقی فی قلبی الإسلام، فقلت: یا رسولَ اللہ! إنی، و اللہ! لا أرجع إلیهم أبداً، فقال رسول اللہ: إنی لا أخیس بالعهد، و لا أحبس البرد، و لکن ارجع، فإن کان فی نفسك الذی فی نفسك الآن، فارجع ۔ (۱)

’’مجھے قریش نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں بھیجا، آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو اِسلام نے میرے دل میں گھر کرلیا۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض گزاری: یارسول اللہ صلی اللہ علیك وسلم! اب لوٹ کر کفار کی طرف نہیں جاؤں گا (بلکہ ساری زِندگی آپ کے قرب میں گزار دُوں گا۔) آپ ﷺ نے فرمایا: میں عہد کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا اور نہ سفیر کو اپنے پاس روکے رکھنا میرے طریق

---

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۸۲، کتاب الجہاد، رقم: ۲۷۵۸
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۲۰۵، رقم: ۸۶۷۴
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۸
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۱: ۲۳۳، رقم: ۴۸۷۷
۵۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۶۹۱، رقم: ۶۵۳۸
۶۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۳: ۳۱۸
۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۳۲۳، رقم: ۹۶۳
۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۱۴۵، رقم الباب: ۱۲۴
۹۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱: ۳۹۳، رقم: ۱۶۳۰

میں سے ہے۔ اِس وقت لوٹ جاؤ، اگر محبت کا یہی عالم برقرار رہا تو پھر واپس چلے آنا۔‘‘

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ اپنی داستانِ وفا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حکمِ رسول ﷺ کے مطابق اُس وقت میں واپس لوٹ آیا لیکن کفار و مشرکین میں میرا جی نہ لگتا تھا، پھر میں حضورِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اِسلام لے آیا۔

۳۴۔ حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ کے محبت آمیز جذبات

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا واقعہ کی مثل ایک اور روایت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب لشکرِ یمامہ کے سپہ سالار ثمامہ بن اُثال کو گرفتار کر کے تاجدارِ کائنات ﷺ کی بارگاہِ اَقدس میں پیش کیا گیا تو حضور ﷺ نے ثمامہ کو مسجدِ نبوی کے ستون سے باندھنے کا حکم دیا۔ تین دِن تک ثمامہ مسجدِ نبوی کے ستون سے بندھے رہے۔ تیسرے دن اُنہیں حضور نبی اکرم ﷺ سے گفتگو کا اِعزاز حاصل ہوا، جس کے بعد آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ثمامہ کو رہا کر دیا جائے۔ جب ثمامہ کو رہا کر دیا گیا تو وہ مسجدِ نبوی کے قریب کھجوروں کے ایک باغ میں چلے گئے۔ وہاں جا کر اُنہوں نے غسل کیا اور دوبارہ رسولِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضرِ خدمت ہوئے، سرِ تسلیم خم کیا اور اِیمان کی دولت سے بہرہ ور ہونے کے لئے یہ تاریخی کلمات عرض کئے:

يَا محمد! و اللهِ ما كان على الأرضِ وجهٌ أبغض إلىّ مِن وَجْهِكَ، فقد أصبح وَجْهُكَ أحبّ الوُجوهِ كلّها إلىّ، و اللهِ! ما كان مِن دينٍ أبغض إلىّ مِن دِيْنِكَ، فأصبح دِيْنُكَ أحبّ الدينِ كلّه إلىّ، و اللهِ! ما كان مِن بلدٍ أبغض إلىّ مِن بَلَدِكَ، فأصبح بَلَدُكَ أحبّ البلادِ كلّها إلىّ ۔(۱)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۳۸۶، کتاب الجهاد والسیر، رقم: ۱۷۶۴

۲۔ بخاری، الصحیح، ۴:۱۵۸۹، کتاب المغازی، رقم: ۴۱۱۴

←

’’یا محمد صلی اللہ علیک وسلم! قسم ہے ربِ کائنات کی! رُوئے زمین پر مجھے آپ صلی اللہ علیک وسلم کے چہرے سے بڑھ کر کوئی چیز ناپسندیدہ نہ تھی، مگر (اَب رُوئے اَنور کی زیارت کے بعد) آپ صلی اللہ علیک وسلم کے چہرۂ اَنور سے بڑھ کر مجھے کوئی چیز محبوب نہیں۔ قسم ہے ربِ ذُوالجلال کی! آپ صلی اللہ علیک وسلم کا دِین میرے ہاں سب سے زیادہ ناپسندیدہ تھا، لیکن اَب یہ دین تمام اَدیان سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ قسم ہے خدائے رحیم و کریم کی! مجھے آپ صلی اللہ علیک وسلم کے شہر سے زیادہ کوئی شہر ناپسندیدہ نہ تھا، لیکن اَب آپ صلی اللہ علیک وسلم کا شہرِ دِلنواز مجھے تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔‘‘

۳۵۔ فراقِ رسول ﷺ میں فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا نالۂ شوق

جب نبیٔ اکرم ﷺ کا وصال مبارک ہوا تو سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ہجر و فراق کے ان لمحات میں یہ کلمات عرض کئے:

السلام عليك يا رسول الله! بأبی أنت و أمی! لقد كنت تخطبنا علی جذع نخلة، فلما كثر الناس اتخذت منبراً لتسمعهم، فحنّ الجذع لفراقك، حتی جعلت يدك عليه فسكن، فأمتك أولیٰ بالحنين إليك لما فارقتها، بأبی أنت و أمی، يا رسول الله! لقد

۳۔ نسائی، السنن، ۱: ۱۰۹، کتاب الطہارت، رقم: ۱۸۹ ....

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۱: ۱۰۷، رقم: ۱۹۴

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۴: ۴۳، رقم: ۱۲۳۹

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶: ۳۱۹، رقم: ۱۲۶۱۴

۷۔ ابوعوانہ، المسند، ۴: ۲۵۸، رقم: ۶۶۹۷

۹۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۳: ۲۷۷

۱۰۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۲۷۲

۸۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۱: ۲۱۵

بلغ مِن فضيلتك عنده أن جعل طاعتك طاعته، فقال ﷻ: مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ۔(۱)

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر سلام ہو، آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ آپ ہمیں کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہوکر خطبہ دیتے تھے، کثرتِ صحابہ کے پیش نظر منبر بنوایا گیا۔ جب آپ صلی اللہ علیک وسلم اُس تنے کو چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو اس نے آپ صلی اللہ علیک وسلم کی جدائی میں سسکیاں لے کر رونا شروع کردیا۔ آپ صلی اللہ علیک وسلم نے اس پر دستِ شفقت رکھا تو وہ خاموش ہوگیا۔ جب اس بے جان کھجور کے تنے کا یہ حال ہے تو اِس اُمت کو آپ صلی اللہ علیک وسلم کے فراق پر نالۂ شوق کا زیادہ حق ہے۔ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیک وسلم کو کتنی فضیلت عطا فرمائی ہے کہ آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دے دیا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا۔''

دوسری روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

بأبی أنت و أمی، یا رسول الله! لقد بلغ من تواضعك أنك جالستنا، و تزوجتَ منّا، و أكلتَ معنا، ولبستَ الصوف، و ركبتَ الدواب، واردفت خلفه، و وضعت طعامك على الأرض تواضعا منك ۔(۲)

''یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیک وسلم پر قربان ہوں، آپ کا یہ عالم ہے کہ (عرش کے مہمان ہوکر) ہم خاک نشینوں کے ساتھ رہے، ہم لوگوں

(۱) عبدالحلیم محمود، الرسول: ۲۲، ۲۳

(۲) عبدالحلیم محمود، الرسول: ۲۲، ۲۳

کے ساتھ نکاح کیا اور ہمارے ساتھ کھایا، صوف کا لباس پہنا، عام جانور پر سواری فرمائی بلکہ ہم جیسوں کو اپنے پیچھے بٹھایا اور اپنی تواضع کے پیشِ نظر زمین پر دسترخواں بچھایا۔''

۳۶۔ جبرئیلِ امین علیہ السلام کا شوقِ زیارت

سورۃ الضحیٰ کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بعض اہم حکمتوں کی بناء پر کچھ عرصہ کیلئے سلسلۂ وحی منقطع ہوگیا تو مخالفین نے یہ طعنہ دینا شروع کر دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رب نے (معاذ اللہ) اسے چھوڑ دیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ الضحیٰ نازل فرمائی۔ جب جبریل امین علیہ السلام اس سورۂ مبارکہ کی صورت میں ربِ کریم کا پیار بھرا پیغام لے کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ماجئت حتی أشتقت إلیك ۔

''(اے جبرئیل!) تم نے آنے میں اتنی دیر کر دی کہ مجھے تمہاری ملاقات کا اشتیاق ہونے لگا۔''

اس پر جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا:

و أنا کنتُ أشد إلیك شوقاً، و لکنی عبد مأمور و ما نتنزل إلا بأمر ربك ۔(۱)

''یا رسول اللہ! مجھے آپ کی زیارت و ملاقات کا شوق آپ سے بڑھ کر تھا مگر میں حکم کا غلام ہوں اور آپ کے رب کے حکم کے بغیر ہم نازل نہیں ہوسکتے۔''

میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

(۱) ۱۔ خازن، تفسیر، ۴:۴۸۵
۲۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۲۰:۹۴
۳۔ بغوی، معالم التنزیل، ۴:۹۸

(اللہ اور اس کے محبوب ﷺ میں راز و نیاز کا وہ معاملہ ہوتا ہے جس کی خبر کراماً کاتبین کو بھی نہیں ہوتی۔)

۳۷۔ آئینۂ محبوب ﷺ میں محبوب ﷺ کی صورت نظر آتی

امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب محبوب کی یاد ستاتی تو وہ آپ ﷺ کے دیدارِ فرحت آثار کے لئے نکل کھڑے ہوتے اور آپ ﷺ کو مبارک حجروں میں تلاش کرتے۔ اُمہاتُ المومنین رضی اللہ عنھن سے عرض کرتے کہ ہمیں اپ دیدارِ محبوب کے بغیر چین نہیں آ رہا۔ چنانچہ بعض اوقات حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے زیرِ استعمال رہنے والا آئینہ لاتیں۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہ اس آئینے کو دیکھتے تو بجائے اپنے آپ کو دیکھنے کے محبوبِ خدا ﷺ کو جلوہ افروز پاتے۔ روایت کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

روى أن بعض الصحابة أحب أن يرى رسول الله ﷺ ، فجاء إلىٰ ميمونة، فأخرجت له مرآته، فنظر فيها مرأى صورة رسول الله ﷺ، ولم ير صورة نفسه۔(۱)

’’روایت ہے کہ (جب محبوبِ کریم ﷺ کی یاد) بعض صحابہ رضی اللہ عنہ (کو تڑپاتی اور وہ) رسول اللہ ﷺ کی زیارت چاہتے تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آ جاتے۔ وہ آپ ﷺ کا ذاتی آئینہ اس صحابی کو دے دیتیں۔ جب وہ صحابی اس آئینہ مبارک کو دیکھتا تو بجائے اپنی صورت کے اُسے رسول اللہ ﷺ کی صورت مبارک نظر آتی۔‘‘

۳۸۔ بعد از محبوب ﷺ آرزو جینے کی کیا کروں؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک خاتون آپ ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے آئی اور مجھ سے کہنے لگی:

(۱) آلوسی، روح المعانی، ۲۲:۳۹

إكشفي لي قبر رسول الله، فكشفته لها، فبكت حتى ماتت۔(۱)

''مجھے حجرۂ انور کھول دیں (میں سرور دو عالم ﷺ کے مزارِ اقدس کی زیارت کرنا چاہتی ہوں۔) میں نے اسے کھول دیا۔ وہ عورت (ہجر رسول ﷺ کے صدمے سے) بہت روئی حتی کہ واصل بحق ہوگئی۔''

۳۹۔ سالارِ کاروانِ عشق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا جذبِ دروں

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا نام ہونٹوں پر آتا ہے تو دیدۂ و دل میں خوشبو کے چراغ جھلملانے لگتے ہیں اور پلکیں اس عاشقِ رسول ﷺ کے احترام میں جھک جاتی ہیں۔ جنگ اُحد میں جب نبیٔ اکرم ﷺ کے دندانِ مبارک شہید ہوئے اور اس سچے عاشقِ رسول تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے ایک ایک کرکے اپنے سارے دانت شہید کر ڈالے کہ معلوم نہیں میرے آقا ﷺ کا کون سا دانت شہید ہوا ہوگا۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو بظاہر نبیٔ آخرالزماں ﷺ کی زیارت کی سعادت نصیب نہیں ہوئی، لیکن چشمِ تصور ہر لمحہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے چہرۂ انور کے طواف میں مصروف رہتی۔

حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ قرن کے رہنے والے تھے۔ وہ اپنی ضعیف والدہ کو تنہا چھوڑ کر طویل سفر اختیار نہیں کر سکتے تھے اور پھر یہ خیال بھی دامنگیر تھا کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ کر نبیٔ آخر الزماں ﷺ کے جلووں کی تاب بھی لاسکوں گا کہ نہیں۔ آقائے محتشم ﷺ کو بھی اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت تھی۔ آپ ﷺ کا فرمان تھا کہ قرن میں اویس نام کا ایک شخص ہے، جو روزِ محشر بنو ربیعہ اور بنو مضر کی بھیڑوں کے بالوں کی تعداد کے برابر میری اُمت کے لوگوں کی شفاعت کرے گا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ اپنے اس غلام سے کتنی محبت فرماتے ہوں گے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲:۵۷۰

۲۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۲: ۲۰۴، رقم: ۲۰۳

إن خير التابعين رجلٌ يقال له أويس، وله والدة، وكان به بياض۔ فمروه فليستغفرلكم۔(۱)

’’تابعین میں سب سے افضل شخص ایک آدمی ہے، جس کا نام اویس ہوگا، اور اُس کی والدہ (حیات) ہے، اُس کو برص کی بیماری ہے، پس اُس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے مغفرت کی دُعا کرے۔‘‘

تاجدارِ انبیاء ﷺ کے حکم کے مطابق سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس عاشقِ رسول کے پاس پہنچ گئے، اس وقت حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ بارگاہِ خُداوندی میں سجدہ ریز تھے۔ اصحابِ رسول ﷺ نے اُنہیں حضور ﷺ کا سلام پہنچایا اور حضور ﷺ کی اُمت کی خاطر دعا کے لئے عرض کیا۔(۲)

۴۰۔ ایک یہودی عالم اور حسرتِ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد کسی ایک جمعرات کی صبح کو ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ اونٹ پر سوار ایک سفید ریش بوڑھا

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۹۶۸، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۵۴۲
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۴۵۶، رقم: ۵۷۲۰
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۸
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۶: ۱۶۳
۵۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۱: ۲۲۰

(۲) ۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۹۷، رقم: ۳۲۳۴۴
۲۔ ابو یعلی، المسند، ۱: ۱۸۷، ۱۸۸، رقم: ۲۱۲
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۳۲۱، رقم: ۶۷۹۸
۴۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۲: ۸۰۔۸۲
۵۔ ابنِ عساکر، تاریخ، ۶: ۱۴۵۔۱۶۶

آیا۔ اس نے اپنی سواری کو مسجد کے دروازے پر باندھا اور یہ کہتے ہوئے اندر داخل ہوا:

السلام علیکم و رحمة اللہ! ھل فیکم محمد رسول اللہ؟(۱)

''تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت نازل ہو، کیا تم میں اللہ کے رسول محمد(ﷺ) موجود ہیں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أیھا السائل عن محمد(ﷺ)! ماذا ترید منه؟

''اے حضور ﷺ کے بارے پوچھنے والے! تجھے آپ ﷺ سے کیا کام ہے؟''

اس نے کہا کہ میں یہودی علماء میں سے ہوں اور اَسی (۸۰) سال سے تورات کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ اس میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد(ﷺ) کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے اور میں اس ذکر سے متاثر ہو کر آیا ہوں۔ اس نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

و قد جئتُ أطلب الإسلام علی یدہ۔

''اور میں آپ (ﷺ) کے ہاتھ پر بیعتِ اسلام کیلئے حاضر ہوا ہوں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے بتایا کہ آپ ﷺ کا تو وصال ہو چکا ہے۔ اس پر اس عالم نے افسوس کا اظہار شروع کر دیا اور کہا:

ھل فیکم قرابة محمد؟

''کیا تم میں ان کی اولاد ہے؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اسے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے جاؤ۔ وہاں جا کر اس نے اپنا تعارف کروایا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں

---

(۱) ابن عساکر، تاریخ، ۳۴۲:۱

آپ ﷺ کے کپڑوں میں سے کسی کپڑے کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت سیدۂ عالم رضی اللہ عنہا نے اپنے شہزادے امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

هاتِ الثوب الذی توفی فیه رسول الله ﷺ، فجآء، فأخذه الحبر و ألقاه علی وجهه وجعل یستنشق ریحه، و یقول: بأبی و أمی من جسد نشف فیه هذا الثوب۔

''وہ کپڑا لاؤ جو آپ ﷺ نے بوقتِ وصال پہنا ہوا تھا۔ جب وہ کپڑا لایا گیا تو اس عالم نے اسے اپنے چہرے پر ڈال لیا۔ وہ اس کی خوشبو کو سونگھتا اور خوشبو سونگھتے ہوئے بار بار کہتا کہ اس صاحبِ ثوب پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔''

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

صف لی صفة رسول الله حتی کأنی أنظر إلیه۔

''حضور کے اوصافِ جمیلہ کا تذکرہ اس طرح کرو کہ گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں۔''

یہ بات سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے۔

فبکی علیّ بکاء شدیداً و قال: والله! لإن کنتَ مشتاقاً إلی محمد ﷺ فأنا أشوق إلی حبیبی منك ۔(۱)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ شدت کے ساتھ رو پڑے اور کہنے لگے: اے سائل خدا کی قسم! آپ ﷺ کی زیارت کا جس قدر تجھے اشتیاق ہے مجھے اس سے کہیں بڑھ کر اپنے حبیب ﷺ کی ملاقات کا شوق ہے۔''

بعد ازاں سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے حلیہ اور سراپا مبارک کا

---

(۱) ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱: ۳۴۲، ۳۴۳

ذکر بڑی تفصیل سے فرمایا، جس کی من و عن تصدیق اس یہودی عالم نے سابقہ کتب سماوی کی روشنی میں کی اور مسلمان ہو گیا۔

وصالِ محبوب ﷺ پر سواری کا غم

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے وصالِ مبارک کے بعد ہجر و فراق کی کیفیت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وناقۂ آنحضرت علف نمیخورد وآب نمی نوشید تاآنکه مُرد۔ از جمله آیاتی که ظاهر شد بعد از موتِ آنحضرت آں حماری که آنحضرت گاهی براں سوار میشد چنداں حزن کرد که خود را درچاهی انداخت۔(۱)

''آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی اونٹنی نے مرتے دم تک کچھ کھایا اور نہ پیا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد جو عجیب کیفیات رونما ہوئیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ جس دراز گوش پر آپ ﷺ سواری فرماتے تھے وہ آپ ﷺ کے فراق میں اتنا مغموم ہوا کہ اس نے ایک کنویں میں چھلانگ لگا دی اور اپنی جاں جاں آفریں کے حوالے کر دی۔''

اُستنِ حنانہ: ایک ایمان افروز واقعہ

اسلام کے ابتدائی دور میں آقا دوجہاں ﷺ مسجدِ نبوی میں کھجور کے ایک خشک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر وعظ فرمایا کرتے تھے اور اس طرح آپ ﷺ کو کافی دیر کھڑے رہنا پڑتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ کی یہ مشقت شاق گزری۔ ایک صحابی جس کا بیٹا بڑھئی تھا، نے حضور ﷺ کے لئے منبر بنانے کی درخواست کی تاکہ اُس پر بیٹھ کر آپ ﷺ خطبہ دیا

---

(۱) ۱۔ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۲: ۴۴۴

۲۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۳۳

کریں۔ آپ ﷺ نے اس درخواست کو پذیرائی بخشی، چنانچہ حضور ﷺ نے کھجور کے تنے کو چھوڑ کر اس منبر پر خطبہ دینا شروع کیا۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ اس تنے سے گریہ و زاری کی آوازیں آنے لگیں۔ اُس مجلسِ وعظ میں موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُس کے رونے کی آواز سنی۔ آقائے دوجہاں ﷺ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو منبر سے اُتر کر اس ستون کے پاس تشریف لے گئے اور اُسے اپنے دستِ شفقت سے تھپکی دی تو وہ بچوں کی طرح سسکیاں بھرتا ہوا چپ ہو گیا۔(۱)

اُس ستون کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت اس طرح ہے:

كان النبى ﷺ يخطب إلى جذع، فلما اتخذ المنبر تحوّل إليه فحن الجذع، فأتاه فمسح يده عليه۔(۲)

''رسالت مآب ﷺ ایک کھجور کے تنے کے ساتھ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ جب منبر تیار ہو گیا تو آپ ﷺ اُسے چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ اُس تنے نے رونا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ اُس کے پاس تشریف لے گئے اور اُس پر دستِ شفقت رکھا۔''

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما تنے کی کیفیت بیان کرتے ہیں:

فصاحت النخله صياح الصبى، ثم نزل النبى ﷺ فضمها إليه،

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، ۱:۴۵۵

۲۔ دارمی، السنن، ۱:۲۹، رقم: ۳۲

۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۲:۳۶۷، رقم: 2250

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۱۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۹۰

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۹۴، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۲۷

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۴۳۵، رقم: ۶۵۰۶

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۱۹۵، رقم: ۵۴۸۹

تئن أنين الصبی الذی یسکن۔(۱)

''کھجور کے تنے نے بچوں کی طرح گریہ و زاری شروع کر دی تو حضور ﷺ منبر سے اُتر کر اُس کے قریب کھڑے ہو گئے اور اُسے اپنی آغوش میں لے لیا، اس پر وہ تنا بچوں کی طرح سسکیاں لیتا خاموش ہو گیا۔''

حضرت انس بن مالک اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اُس تنے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فسمعنا لذالك الجذع صوتا کصوتِ العشار، حتی جاء النبی ﷺ فوضع یده علیها فسکنت۔(۲)

''ہم نے اُس تنے کے رونے کی آواز سنی، وہ اُس طرح رویا جس طرح کوئی اُونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے تشریف لا کر اُس پر اپنا دستِ شفقت رکھا اور وہ خاموش ہو گیا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

لولم أحتضنه لحن إلی یوم القیامة۔(۳)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۱۴، رقم: ۳۳۹۱

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۱۹۵، رقم: ۵۴۸۹

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۱۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۹۲

۲۔ دارمی، السنن، ۱:۳۰، رقم: ۳۴

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۱۹۵، رقم: ۵۴۸۷

۴۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ۱:۲۵۳

۵۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱:۹۸

(۳) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۴۵۴، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، رقم: ۱۴۱۵

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۶۳

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۱۹، رقم: ۳۱۷۴۶

۴۔ ابویعلی، المسند، ۶:۱۱۴، رقم: ۳۳۸۴

۵۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۹۶، رقم: ۱۳۳۶

''اگر آپ ﷺ اس ستون کو بانہوں میں لے کر چپ نہ کراتے تو قیامت تک روتا رہتا۔''

یہ آپ ﷺ کی پشتِ اقدس کے لمس کا اثر تھا کہ ایک بے جان اور بے زبان لکڑی میں آثارِ حیات نمودار ہوئے جس کا حاضرینِ مجلس نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیثِ مبارکہ میں اس طرح ہیں:

كان جذع نخلة في المسجد يسند رسول الله ﷺ ظهره إليه إذا كان يوم الجمعة أوحدث أمر يريد أن يكلم الناس، فقالوا: ألانجعل لك يارسول الله شيئاً كقدر قيامك، قال: لا، عليكم أن تفعلوا. فصنعوا له منبراً ثلاث مراق. قال: فجلس عليه، قال: فخار الجذع كما تخور البقرة جزعا على رسول الله ﷺ، فالتزمه و مسحه حتى سكن.(۱)

''مسجد نبوی میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ خطبہ پڑھنے کے لئے جمعہ کے دن یا کسی ایسے وقت میں جب لوگوں کو کوئی حکمِ الٰہی پہنچانا ہوتا، کھجور کے ایک ستون سے پشت مبارک لگا کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اگر آپ حکم فرمائیں تو آپ کے لئے کوئی ایسی شے تیار کی جائے جس پر آپ کھڑے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایسا کر سکتے ہو تو اجازت ہے۔ چنانچہ تین درجوں والا ایک منبر تیار کرایا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب آپ ﷺ اُس پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنے لگے تو ستون سے رونے کی آواز سنی گئی۔ آپ ﷺ فوراً منبر سے اُترے، اُسے سینہ سے لگایا اور (جیسا کہ بچوں کے چپ کرانے کے لئے کیا جاتا ہے) اُس پر محبت اور شفقت سے ہاتھ پھیرتے رہے، یہاں تک کہ وہ پرسکون ہو گیا۔''

---

(۱) احمد بن حنبل، المسند، ۲:۱۰۹

مثنوی مولانا رومؒ: ہجرِ نبی کا پیکرِ شعری

مولانا رومؒ نے اِسی واقعہ کو اپنے پیار بھرے اشعار میں بیان کیا ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے مع ترجمہ حاضر ہیں:

استنِ حنانه در هجرِ رسول
ناله میزد همچو اربابِ عقول

(رسولِ پاک ﷺ کے فراق میں کھجور کا ستون انسانوں کی طرح رو دیا۔)

درمیانِ مجلسِ وعظ آنچناں
کزوے آگاه گشت هم پیر و جواں

(وہ اس مجلسِ وعظ میں اس طرح رویا کہ تمام اہلِ مجلس اس پر مطلع ہوگئے۔)

در تحیر ماند اصحابِ رسول
کز چه مے نالد ستوں با عرض و طول

(تمام صحابہ حیران ہوئے کہ یہ ستون کس سبب سے سرتاپا محوِ گریہ ہے۔)

گفت پیغمبر چه خواهی اے ستوں
گفت جانم از فراقت گشت خوں

(آپ ﷺ نے فرمایا: اے ستون تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے عرض کیا: میری جان آپ کے فراق میں خون ہوگئی ہے۔)

مسندت من بودم از من تاختی
بر سرِ منبر تو مسند ساختی

(پہلے تو میں آپ کی مسند تھا، آپ نے مجھ سے کنارہ کش ہوکر منبر کو مسند بنالیا۔)

پس رسولش گفت کای نیکو درخت
اے شدہ باسر تو ہمراز بخت
گرھمے خواھی ترا نخلے کنند
شرقی و غربی ز تو میوہ چنند

(آپ نے فرمایا: اے وہ درخت جس کے باطن میں خوش بختی ہے، اگر تو چاہے تو تجھ کو پھر ہری بھری کھجور بنادیں حتی کہ مشرق ومغرب کے لوگ تیرا پھل کھائیں۔)

یا دراں عالم حقت سروے کند
تا ترو تازہ بمانی تا ابد

(یا اللہ تعالیٰ تجھے اگلے جہاں بہشت کا سرو بنا دے تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تروتازہ رہے۔)

گفت آن خواھم کہ دائم شد بقاش
بشنو اے غافل کم از چوبے مباش

(اس نے عرض کیا: میں وہ بننا چاہتا ہوں جو ہمیشہ رہے۔ اے غافل! تو بھی بیدار ہو اور ایک خشک لکڑی سے پیچھے نہ رہ جا ﴿یعنی جب ایک لکڑی دار البقاء کی طلب گار ہے تو انسان کو تو بطریقِ اولیٰ اس کی خواہش اور آرزو کرنی چاہئیے﴾۔)

آں ستون را دفن کرد اندر زمین
تاچو مردم حشر گردد یومِ دیں

(اس ستون کو زمین میں دفن کردیا گیا، تاکہ قیامت کے دن اسے انسانوں کی طرح اٹھایا جائے۔)

---

(۱) مولائے روم، مثنوی: ۵۶، دفتر اوّل

مآخذ و مراجع

۱۔ القرآن الحکیم

۲۔ آلوسی، محمود بن عبد اللہ حسینی (۱۲۱۷۔۱۲۷۰ھ/۱۸۰۲۔۱۸۵۴ء)۔ روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، لبنان دار احیاء التراث العربی۔

۳۔ ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی (۱۵۹۔۲۳۵ھ/۷۷۶۔۸۴۹ء)۔ المصنف۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۴۔ ابن اثیر، ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد شیبانی جزری (۵۵۵۔۶۳۰ھ/۱۱۶۰۔۱۲۳۳ء)۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۵۔ ابن اثیر، ابو السعادات مبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبدالواحد شیبانی جزری (۵۴۴۔۶۰۶ھ/۱۱۴۹۔۱۲۱۰ء)۔ الکامل فی التاریخ، بیروت، لبنان: دار صادر، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء۔

۶۔ ابن اسحاق، محمد بن اسحاق بن یسار، (۸۵۔۱۵۱ھ)۔ سیرۃ ابن اسحاق، معہد الدراسات والابحاث للتعریب۔

۷۔ ابن جعد، ابو الحسن علی بن جعد بن عبید ہاشمی (۱۳۳۔۲۳۰ھ/۷۵۰۔۸۴۵ء)۔ المسند، بیروت، لبنان: مؤسسہ نادر، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۸۔ ابن جوزی، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔۵۷۹ھ/۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ صفوۃ الصفوہ، بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء۔

۹۔ ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔۹۶۵ء)۔ الثقات۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء۔

۱۰۔ ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔۹۶۵ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۱۱۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

۱۲۔ ابن خزیمہ، ابو بکر محمد بن اسحاق (۲۲۳۔۳۱۱ھ/ ۸۳۸۔۹۲۴ء)۔ الصحیح، بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔

۱۳۔ ابن راہویہ، ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن عبداللہ (۱۶۱۔۲۳۷ھ/ ۷۷۸۔۸۵۱ء)۔ المسند۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الایمان، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۱۴۔ ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد (۱۶۸۔۲۳۰ھ/۷۸۴۔۸۴۵ء)۔ الطبقات الکبریٰ۔ بیروت، لبنان: دار بیروت للطباعہ و النشر، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔

۱۵۔ ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ۔

۱۶۔ ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ التمہید۔ مغرب (مراکش): وزات عموم الأوقاف و الشؤون الإسلامیہ، ۱۳۸۷ھ۔

۱۷۔ ابن عبدالبر ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ الدرر۔ قاھرہ، مصر: دارالمعارف، ۱۴۰۳ھ۔

۱۸۔ ابن عساکر، ابو قاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی

(۴۹۹-۵۷۱ھ/ ۱۱۰۵-۱۱۷۶ء)۔ تاریخ دمشق الکبیر (تاریخ ابن عساکر)۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۱۹۔ ابن عساکر، ابو قاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی (۴۹۹-۵۷۱ھ/ ۱۱۰۵-۱۱۷۶ء)۔ تاریخ/تہذیب دمشق الکبیر۔ بیروت، لبنان: دارالمیسر ہ، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۲۰۔ ابن قیسرانی، ابو الفضل محمد بن طاہر بن علی بن احمد مقدسی (۴۴۸-۵۰۷ھ/ ۱۰۵۶-۱۱۱۳ء)۔ تذکرۃ الحفاظ۔ ریاض، سعودی عرب: دار الصمیعی، ۱۴۱۵ھ۔

۲۱۔ ابن قیم، محمد ابی بکر، ایوب الزرعی، ابوعبداللہ، (۶۹۱-۷۵۱ھ)۔ زادالمعاد فی ھدیہ خیر العباد، الکویت، مکتبۃ المنار الاسلامیہ، ۱۹۸۶ء۔

۲۲۔ ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۷۰۱-۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱-۱۳۷۳ء)۔ البدایہ و النہایہ۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۲۳۔ ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۷۰۱-۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱-۱۳۷۳ء)۔ تفسیر القرآن العظیم۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۲۴۔ ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۷۰۱-۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱-۱۳۷۳ء)۔ شمائل الرسول، بیروت، لبنان، دارالمعرفۃ۔

۲۵۔ ابن ماجہ، ابوعبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹-۲۷۳ھ/ ۸۲۴-۸۸۷ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۲۶۔ ابن مبارک، ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن واضح مروزی (۱۱۸-۱۸۱ھ/ ۷۳۶-۷۹۸ء)۔ کتاب الزہد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۲۷۔ ابن مندہ، ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن یحیی (۳۱۰-۳۹۵ھ/ ۹۲۲-۱۰۰۵ء)۔ الایمان۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۶ھ۔

۲۸۔ ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک حمیری (م۲۱۳ھ/ ۸۲۸ء)۔ السیرۃ النبویہ۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۱ھ۔

۲۹۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/ ۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۳۰۔ ابوعبداللہ، الدورقی، احمد بن ابراہیم بن کثیر (۱۶۸۔۲۴۶ھ)۔ مسند سعد بن ابی وقاص ۔ بیروت، لبنان: دارالبشائر الاسلامیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۳۱۔ ابو علا مبارک پوری، محمد عبد الرحمٰن بن عبد الرحیم (۱۲۸۳۔۱۳۵۳ھ)۔ تحفۃ الاحوذی۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ ۔

۳۲۔ ابوعوانہ، یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن زید نیساپوری (۲۳۰۔۳۱۶ھ/ ۸۴۵۔ ۹۲۸ء)۔ المسند ۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۹۹۸ء۔

۳۳۔ ابونعیم، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔ ۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۳۴۔ ابونعیم، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔ ۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ دلائل النبوہ۔ حیدرآباد، بھارت: مجلس دائرہ معارف عثمانیہ، ۱۳۶۹ھ/ ۱۹۵۰ء۔

۳۵۔ ابونعیم، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔ ۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ المسند المستخرج علی صحیح مسلم۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۶ء۔

۳۶۔ ابو یعلی، احمد بن علی بن مثنی بن یحیی بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔۳۰۷ھ/ ۸۲۵۔۹۱۹ء)۔ المسند ۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء۔

۳۷۔ احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ فضائل الصحابہ۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ۔

۳۸۔ احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔

۳۹۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ الادب المفرد۔ بیروت، لبنان: دار البشائر الاسلامیہ، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء۔

۴۰۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ الصحیح، بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء۔

۴۱۔ بزار، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۰۔۲۹۲ھ/۸۲۵۔۹۰۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: ۱۴۰۹ھ۔

۴۲۔ بغوی ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد (۴۳۶۔۵۱۶ھ/۱۰۴۴۔۱۱۲۲ء)۔ معالم التنزیل، بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء۔

۴۳۔ بیجوری، ابراہیم بن محمد (۱۲۷۶ھ)۔ المواہب اللدنیہ حاشیہ علی الشمائل المحمدیہ۔ مصر: مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء۔

۴۴۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ السنن الکبریٰ۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۴۵۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ شعب الایمان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۴۶۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ الجامع الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۴۷۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/۸۲۵۔

۸۹۲ء)۔ الشمائل المحمدیہ۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، ۱۴۱۲ھ۔

۴۸۔ ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔ ۸۹۲ء)۔ الشمائل المحمدیہ مع جامع الترمذی۔ ملتان، پاکستان: فاروقی کتب خانہ

۴۹۔ حاکم، ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ المستدرک علی الصحیحین۔ بیروت۔ لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱/۱۹۹۰ء۔

۵۰۔ حاکم، ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ المستدرک علی الصحیحین۔ مکہ، سعودی عرب: دار الباز للنشر والتوزیع۔

۵۱۔ حلبی، علی بن برہان الدین (۱۴۰۴ھ)۔ السیرۃ الحلبیۃ۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۴۰۰ھ۔

۵۲۔ حمیدی، ابو بکر عبداللہ بن زبیر (م۲۱۹ھ/۸۳۴ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ + قاہرہ، مصر: مکتبۃ المتنبی۔

۵۳۔ خازن، علی بن محمد بن ابراہیم بن عمر بن خلیل (۶۷۸۔۷۴۱ھ/ ۱۲۷۹۔۱۳۴۰ء)۔ لباب التأویل فی معانی التنزیل۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۵۴۔ خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت (۳۹۲۔ ۴۶۳ھ/۱۰۰۲۔۱۰۷۱ء)۔ تاریخ بغداد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۵۵۔ خفاجی، ابوعباس احمد بن محمد بن عمر (۹۷۹۔۱۰۶۹ھ/۱۵۷۱۔۱۶۵۹ء)۔ نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء۔

۵۶۔ دارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (۱۸۱۔۲۵۵ھ/ ۷۹۷۔۸۶۹ء)۔ السنن، بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۵۷۔ دیار بکری، حسین بن محمد بن الحسن (م ۹۶۶ھ/۱۵۵۹ء)۔ تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الشعبان للنشر والتوزیع۔

۵۸۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد الذھبی (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ سیر أعلام النبلاء۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۱۳ھ۔

۵۹۔ زرقانی، ابوعبداللہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف بن احمد بن علوان مصری ازہری مالکی (۱۰۵۵۔۱۱۲۲ھ/ ۱۶۴۵۔۱۷۱۰ء)۔ شرح الموطا۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ۔

۶۰۔ سبکی، تقی الدین ابو الحسن علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام بن یوسف بن موسیٰ بن تمام انصاری (۶۸۳۔۷۵۶ھ/۱۲۸۴۔۱۳۵۵ء)۔ شفاء السقام فی زیارت خیر الانام۔ حیدر آباد، بھارت: دائرہ معارف نظامیہ، ۱۳۱۵ھ۔

۶۱۔ سعید بن منصور، ابو عثمان الخراسانی (م ۲۲۷ھ)۔ السنن۔ بھارت: الدار السّلفیہ، ۱۹۸۲ء۔

۶۲۔ سمہودی، نور الدین علی بن احمد، المصری (م ۹۱۱ھ)۔ وفاء الوفا باخبار دار المصطفی ﷺ۔ مصر: مطبعۃ السعادۃ، ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء۔

۶۳۔ سہیلی، ابوالقاسم، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد بن ابی الحسن الخثعمی (۵۰۸۔۵۸۱ھ)۔ الروض الانف۔ ملتان، پاکستان: عبدالتواب اکیڈمی۔

۶۴۔ سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ تاریخ الخلفاء۔ بغداد، عراق: مکتبۃ الشرق الجدید۔

۶۵۔ سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ الخصائص الکبریٰ۔ فیصل آباد، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ۔

۶۶۔ سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور۔ بیروت، لبنان:

دار المعرفہ۔

۶۷۔ شاشی، ابو سعید ہیثم بن کلیب بن شریح (م ۳۳۵ھ/ ۹۴۶ء)۔ المسند۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ العلوم و الحکم، ۱۴۱۰ھ۔

۶۸۔ شیبانی، ابو بکر احمد بن عمرو بن ضحاک بن مخلد (۲۰۶۔۲۸۷ھ/ ۸۲۲۔۹۰۰ء)۔ الآحاد و المثانی۔ ریاض، سعودی عرب: دار الرایہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۶۹۔ طبرانی، سلیمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ المعجم الاوسط۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۷۰۔ طبرانی، سلیمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ المعجم الصغیر۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء۔

۷۱۔ طبرانی، سلیمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ المعجم الکبیر۔ موصل، عراق: مطبعۃ الزہراء الحدیثۃ۔

۷۲۔ طبرانی، سلیمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ المعجم الکبیر۔ قاہرہ، مصر: مکتبہ ابن تیمیہ۔

۷۳۔ طبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/ ۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۷۴۔ طبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/ ۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ تاریخ الامم والملوک۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۷۵۔ طبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/ ۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ۔ دار الکتب العصریہ۔

۷۶۔ طبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/ ۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ الریاض النضرۃ۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۶ء۔

۷۷۔ طحاوی، ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ (۲۲۹۔۳۲۱ھ/ ۸۵۳۔۹۳۳ء)۔ شرح معانی الآثار۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۷۸۔ طیالسی، ابو داؤد سلیمان بن داؤد جارود (۱۳۳۔۲۰۴ھ/۷۵۱۔۸۱۹ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۷۹۔ عبد بن حمید، ابو محمد بن نصر الکسی (م ۲۴۹ھ/۸۶۳ء)۔ المسند۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنہ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۸۰۔ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ (۹۵۸۔۱۰۵۲ھ/ ۱۵۵۱۔۱۶۴۲ء)۔ مدارج النبوہ۔ کانپور، بھارت: مطبع منشی نولکشور۔

۸۱۔ عبدالحلیم محمود، الرسول۔

۸۲۔ عبدالرزاق، ابو بکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶۔۲۱۱ھ/۷۴۴۔۸۲۶ء)۔ المصنف۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۸۳۔ عسقلانی ابن حجر، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

۸۴۔ قاضی عیاض، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن عیاض بن محمد بن موسیٰ بن عیاض یحصبی (۴۷۶۔۵۴۴ھ/۱۰۸۳۔۱۱۴۹ء)۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی۔

۸۵۔ قاضی عیاض، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن عیاض بن محمد بن موسیٰ بن عیاض یحصبی (۴۷۶۔۵۴۴ھ/۱۰۸۳۔۱۱۴۹ء)۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ۔ ملتان، پاکستان: عبدالتواب اکیڈمی۔

۸۶۔ قرطبی، ابوعبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن یحیی بن مفرج اُموی (۲۸۴۔۳۸۰ھ/ ۸۹۷۔۹۹۰ء)۔ الجامع لاحکام القرآن۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۸۷۔ قسطلانی، ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد بن محمد بن حسین بن علی (۸۵۱۔۹۲۳ھ/ ۱۴۴۸۔۱۵۱۷ء)۔ اِرشاد الساری لشرح صحیح البخاری۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۸۸۔ قسطلانی، ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد بن محمد بن حسین بن علی (۸۵۱۔۹۲۳ھ/ ۱۴۴۸۔۱۵۱۷ء)۔ المواہب اللدنیہ۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۸۹۔ گنگوہی، مولانا رشید احمد (م ۱۹۰۵ء)۔ لامع الداری علی الجامع البخاری۔

۹۰۔ مالک، ابن انس بن مالک رضی اللہ عنہ بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی (۹۳۔۱۷۹ھ/ ۷۱۲۔۷۹۵ء)۔ الموطا۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۹۱۔ مروزی، محمد بن نصر بن الحجاج، ابو عبداللہ (۲۰۲۔۲۹۴ھ)۔ السنۃ۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، ۱۴۰۸ھ۔

۹۲۔ مزی، ابو الحجاج یوسف بن زکی عبد الرحمٰن بن یوسف بن عبد الملک بن یوسف بن علی (۶۵۴۔۷۴۲ھ/ ۱۲۵۶۔۱۳۴۱ء)۔ تہذیب الکمال۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۹۳۔ مسلم، ابن الحجاج قشیری (۲۰۶۔ ۲۶۱ھ/ ۸۲۱۔۸۷۵ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۹۴۔ مناوی، عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین (۹۵۲۔۱۰۳۱ھ/ ۱۵۴۵۔۱۶۲۱ء)۔ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر۔ مصر: مکتبہ تجاریہ کبریٰ، ۱۳۵۶ھ۔

۹۵۔ مولائے روم، مثنوی معنوی۔

۹۶۔ نسائی، احمد بن شعیب (۲۱۵۔۳۰۳ھ/۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء۔

۹۷۔ نسائی، احمد بن شعیب (۲۱۵۔۳۰۳ھ/۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ السنن الکبریٰ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

۹۸۔ نسائی احمد بن شعیب (۲۱۵۔۳۰۳ھ/۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ فضائل الصحابہ۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۵ھ۔

۹۹۔ نووی، ابو زکریا یحیی بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔۶۷۷ھ/۱۲۳۳۔۱۲۷۸ء)۔ تہذیب الاسماء و اللغات۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۰۰۔ وحید الزمان، ترجمۃ البخاری۔

۱۰۱۔ ہناد بن سری کوفی (۱۵۲۔۲۴۳ھ)۔ الزہد۔ کویت: دارالخلفاء للکتاب الاسلامی، ۱۴۰۶ھ۔

۱۰۲۔ ہیتمی، ابو العباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن محمد بن علی بن حجر (۹۰۹۔۹۷۳ھ/ ۱۵۰۳۔۱۵۶۶ء)۔ الجوہر المنظم۔ مطبعۃ الخیریہ، ۱۲۳۱ھ۔

۱۰۳۔ ہیثمی، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔۱۴۰۵ء)۔ مجمع الزوائد۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۱۰۴۔ ہیثمی، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔ ۱۴۰۵ء) موارد الظمآن اِلی زوائد ابن حبان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔